یہ چاہتوں کا موسم

حنا کامران

ٹرین ایک خاموش سے اسٹیشن پر آ کر رکی تھی۔ اس کے تھمنے کی آواز اتنی زیادہ تھی کہ آس پاس چادروں میں دبکے لوگ سہم کر اٹھ گئے تھے۔ وہ مسافر تھے جنہیں ٹرین کے انتظار نے تھکا دیا تھا کیونکہ ٹرین وقت سے چار گھنٹے لیٹ وہاں پہنچی تھی۔ ایک عورت اپنے بچے کا بازو تھام کر ٹرین کی طرف لپکی، بوگی میں چڑھنے سے پہلے اس کی نگاہ یونہی اٹھی تھی۔ ان نگاہوں میں اس لڑکی کا چہرہ آن سمایا جو کھوئے کھوئے سے انداز میں آنکھوں میں ویرانی لیے غیر مرئی نقطے کو تکے جا رہی تھی۔ اس عورت نے سوچا تھا وہ ضرور اس لڑکی کا حال دل سنے گی وہی لڑکی جس کے آنکھ کے کنارے سے آنسو ٹپک رہے تھے شاید اس کا دل پھٹ رہا تھا تبھی چہرے پر کرب کے آثار بے حد نمایاں تھے۔ اس نے نچلے لب کو تر کر کے گہرہ طویل سانس بھرا اتنا طویل کہ لگا یہ اس کا آخری سانس ہو۔ وہ ویرانیوں کو تک رہی تھی، شاید کچھ سوچ رہی تھی اس کی سوچ نے پیراہن اوڑھا اور یکدم اس کے سامنے آن سمائی۔

''وہ عزت کرتا تھا تو تمہیں زہر لگتا تھا اس نے نفرت کرنا سٹارٹ کی تو تمہاری انا پر بات آ گئی اب وہ تمہارے سے کنارہ کشی اختیار کر رہا ہے تو تم بوکھلا رہی ہو یہ سب کیا ہے۔ صحیفہ؟'' یہ حصنہ کے الفاظ تھے جو اس کی سوچ میں قید تھے اور اب مجسم صورت اس کے سامنے کھڑے تھے۔ ٹرین میں بیٹھی ہوئی اس لڑکی نے دیکھا کھڑکی کے اس پار کی دنیا الگ ہے وہاں شب نہیں سویرہ ہے، تنہائی نہیں رونق ہے اور وہاں وہ دونوں کھڑے ہیں جو ماضی کا حصہ بن چکے ہیں۔

اشہد کی بے اعتنائی مجھے تکلیف پہنچا رہی

مکمل ناول

ہے اوراس سب سے بڑھ کر وہ مجھے طیش میں مبتلا کر رہی ہے۔

''اسے کیا لگتا ہے اس پوری دنیا میں ایک وہی مرد ہے جو باقی بچا ہے ٹو ہیل وِد ہم وہ مجھ سے کیا منہ موڑے گا میں اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔'' حال کی صحیفہ نے ماضی کا اپنا عکس دیکھا اور تواتر سے گرتے آنسوؤں کو رگڑ گئی۔

''تم کیا کرنے والی ہو؟'' تجسس آمیز سوال تھا۔

''میں یہ حویلی چھوڑنے والی ہوں'' پریقین سا جواب تھا۔

ٹرین کو جھٹکا لگا تھا شاید وہ چلنا شروع ہوئی تھی۔ صحیفہ نے آنکھیں موند کر اس منظر کو سوچ و نظر سے مٹا لیا۔ پلکوں کی باڑ آپ ہی آپ بھیگتی چلی گئی۔

''تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اشہد، کاش تم یہ سب نہ کرتے۔'' آنکھیں بند کئے وہ اشہد چودھری کی پہنچ سے بہت دور جا رہی تھی اتنی دور کہ شاید ہی وہ اس تک رسائی پا سکے۔ بند آنکھوں کے اندھیرے میں ماضی کی یادیں جھلملانے لگیں وہ ماضی جو بہت پیارا بھی تھا اور بہت برا بھی وہ ماضی جو کہ یہ تھا۔

✦✦✦

''ارے میں تو کہتی ہوں اپنی اس باگڑ بلی پر نگاہ رکھا کرو تم، اس کے تیور کچھ ٹھیک نہیں ہیں'' وہ کالج سے جیسے ہی لوٹی خالہ کلثوم اسے صحن میں امی کے ساتھ بیٹھی ہوئی نظر آئیں بددلی سے انہیں سلام کرتے ہوئے وہ باورچی خانے میں گئی تھی، ابھی ٹھنڈے پانی کی بوتل فریج میں سے اٹھا کر منہ کو لگائی ہی تھی کہ کلثوم خالہ کی گوہر افشانی اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پانی کو حلق میں انڈیلا اور اپنی یونیفارم کی آستینیں اونچی کر کے لڑنے کو میدان میں کود پڑی۔ وہ باہر آ کر خالہ کلثوم پر پل پڑی تھی وہ کہہ رہی تھی جو کہ یہ تھا۔

''ارے واہ خالہ کلثوم، آپ تو بڑے اچھے سے مجھے جانتی ہیں پھر تو آپ اپنی سپوت کے کرتوتوں سے بھی واقف ہوں گی۔ ارے بتایا تو ہوگا نا آپ کی سب سے بڑی لاڈلی نے کہ وہ کل بشیر کیبل والے کے ساتھ فالودہ کھانے گئی تھی ہیں کیا نہیں بتایا؟''

دونوں بازوؤں کو سینے پر باندھ کر وہ آنکھیں پٹپٹائے ایسے معصومانہ انداز میں ان سے پوچھ رہی تھی جیسے وہ بشیر کیبل والا ان کا داماد ہو، خالہ کلثوم کی تو رنگت ہی پھیکی پڑ گئی۔

''یہ لو بدلا'' اور کڑوے منہ کے ساتھ بڑبڑائیں، اونچی بڑبڑاہٹ۔

''استغفراللہ، گز بھر کی زبان ہے اس ناہنجار کی'' وہ ماتھے پر آئے پسینے کے قطرے صاف کرتے ہوئے بڑبڑائی تھیں۔ صحیفہ تک ان کی بڑبڑاہٹ بخوبی پہنچی اس سے پہلے وہ کوئی اور دھما کا کرتی سکینہ نے اسے ٹوک دیا۔

''صحیفہ، بڑوں سے ایسے باتیں نہیں کیا کرتے، کالج سے آئی ہو نا، شاباش جاؤ اوپر اور جا کر فریش ہو جاؤ، میں نے کہا جاؤ'' اس کا احتجاج میں کھلتا منہ دیکھ کر وہ ڈپٹتے ہوئے بولیں۔

صحیفہ نے پاؤں پٹخے اور جارحانہ انداز میں سرخ اینٹوں کی بنی سیڑھیاں تیزی سے پھلانگتی اوپر چل دی۔ پلنگ پر بیٹھی خالہ کلثوم اس کے جاتے ہی پلو میں ہنکل مارتی ہوئی اٹھیں مگر جانے سے پہلے سکینہ کو تنبیہ کرنا نہیں بھولی تھیں۔

''میں بتا رہی ہوں سکینہ، اس لڑکی پر لگام ڈال لے ورنہ یہ بھی کوئی گل ضرور کھلا دے گی''

سرخ چہرے کے ساتھ، پاؤں میں چپلیں پہن کر ہاتھ نچاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔
سکینہ صدا کی صلح جو ان کی بات پر سر کو ہولے سے ہلا گئی۔
''میں صحیفہ کی طرف سے معذرت کرتی ہوں'' خالہ کلثوم زور سے پاؤں مار کر دھپ دھپ کرتیں دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔
سکینہ شرمندہ سی کچن میں صحیفہ کیلئے کھانے کا انتظام کرنے چلی گئی۔

✦✦✦

وہ ائیر پورٹ کے احاطے کو دوڑتے ہوئے عبور کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے ملازم تھا جو سامان کی ٹرالی کو گھسیٹتے ہوئے ہلکان سا اس تک پہنچنے کی سعی میں تھا۔ اس کی یہ کوشش بے کار گئی، باہر آ کر دیکھا اشہد اس کی آنکھوں کے سامنے کار کو بھگا لے گیا۔ وہ بے چارہ ملازم پھولی سانسوں کے ساتھ اس دھول اڑاتی گاڑی کو آنکھوں پر ہاتھوں کا چھجا بنا کر دیکھتا رہا۔
''کیسی ہیں بڑی امی؟ ٹھیک تو ہیں میں ان سے مل سکتا ہوں؟'' ہاسپٹل پہنچتے ہی وہ بے قراری سے بابا سے دریافت کر رہا تھا جو کڑکتے سفید سوٹ پر سیاہ شال کندھوں پر ڈالے پھیکی مسکان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔
''وہ ٹھیک ہیں اور انڈر آبزرویشن ہیں، چل اشہد آپ کچھ دیر بعد ان سے مل سکو گے'' اشہد دونوں ہاتھوں سے چہرے کو رگڑتا ہوا کرسی پر ڈھے سا گیا۔
بڑی امی کی ہارٹ اٹیک کی خبر اس کے اعصابوں کو بری طرح چٹخا گئی تھی۔ وہ نڈھال ہو گیا تھا۔ ہاسپٹل میں اس وقت مرد تھے جن میں اس کے بابا اکمل چوہدری، چاچو اصغر چوہدری اور ان کا بیٹا محسن شامل تھا۔ وہ تینوں اس وقت ایک دوسرے سے نظروں کا تبادلہ کر رہے تھے کوئی تو بات تھی جو ان کے درمیان میں تھی اور اشہد اس سے ناواقف تھا۔
''کیسے ہوا یہ سب؟ جب میں انہیں چھوڑ کر گیا تھا تو وہ بالکل ٹھیک تھیں پھر اچانک اس اٹیک کی وجہ'' وہ سر اٹھائے تینوں سے سراپا سوال ہوا۔
اکمل چوہدری اس کے ساتھ بیٹھے اور شانے پر تسلی آمیز انداز میں ہاتھ رکھ کر گویا ہوئے۔
''یہ سب تم آپا سے معلوم کر لینا، وہ تم سے ملنا چاہتی تھیں'' ان کے کہتے ہی اشہد عجلت میں بولا۔
''ہاں تو اسی لیے تو میں یہاں ہوں مجھے وہ سب جاننا ہے بابا جو آج تک مخفی رہا میں اب واپس نہیں جاؤں گا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے''
اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا نرس نے پیشنٹ کے ہوش میں آنے کی اطلاع انہیں دی تھی کسی کے بھی حرکت میں آنے سے پہلے اشہد دوڑتا ہوا آئی سی یو میں گیا تھا جہاں اس کی بڑی امی، اس کا دل، اس کی زندگی کی ضامن منہ پر آکسیجن ماسک لگائے، نالیوں میں جکڑی ہوئی لیٹی تھیں۔ اشہد کو اندر آتا دیکھ انہوں نے منہ پر سے آکسیجن ماسک کو اتارا اندر کو دھنسے گال اور زرد چہرہ اس کے دل پر مکا مار گیا تھا۔ وہ اپنی اندرونی کیفیت کو دباتے ہوئے خراماں خراماں چلتا ہوا ان کی بیڈ کی پائنتی کے قریب آ کر رک گیا۔ اس کے ہاتھ چادر میں چھپے بڑی امی کے پاؤں پر جم گئے۔
''یہ سب کیسے ہو گیا، آپ کو میرا خیال نہیں آیا؟'' لاکھ کوششوں کے باوجود اس کی آواز رندھ گئی تھی وہ اس کی بڑی امی تھیں اس کی کل کائنات تو کیوں نہ آواز گیلی ہوتی کچھ رشتوں

سے تعلق ہی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی معمولی سی تکلیف بھی آپ کے دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے روح تو بلکتی ہی ہے ساتھ میں آنکھ بھی اشک بہا اٹھتی ہے۔

اشہد کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا اس کی آنکھوں میں پانی کی پرت دبیز ہوتی جا رہی تھی۔

''میرا بیٹا، آ گیا'' نحیف، وجود سے نکلنے والی آواز بھی نحیف ہی تھی۔ ان کے ہاتھ اوپر اٹھانے پر اشہد برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھا۔ اس ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر لبوں سے لگا لیا۔

''کیسے نا آتا، آپ نے ڈرا جو دیا تھا ابھی پچھلے ماہ ہی تو ہارٹ اٹیک ہوا تھا آپ کو اور اب پھر ایسا کونسا دکھ ہے بڑی امی جو آپ کو اندر ہی اندر کھاتا جا رہا ہے، بتائیں مجھے وعدہ کرتا ہوں ہر ممکن کوشش کروں گا آپ کے اس دکھ کو ختم کرنے کی'' نالیوں میں جکڑے اس وجود کی پتھرائی آنکھوں میں یکدم زندگی کی رمق دوڑ اٹھی تھی۔ زندگی سے بھرپور آنکھوں کے ساتھ مہوش جذباتی انداز میں پوچھ بیٹھیں۔

''کیا واقعی اشہد، تم ایسا کرو گے میرے تڑپتے ہوئے دل کو قرار دو گے؟''

اشہد نے آگے بڑھ کر ماسک واپس ان کے منہ پر لگایا اور ماتھے کو پیار سے سہلاتے ہوئے بولا۔

''میں پوری کوشش کروں گا بڑی امی، مگر اس کیلئے آپ کو ٹھیک ہونا ہوگا ہوں گی ناں؟''

مہوش نے زور سے سر کو ہلایا۔ اشہد نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اپنے لب ان کے ماتھے پر رکھ دیے۔

+++

اس نے پورا ٹرنک چھان مارا تھا مگر کہیں بھی کوئی ایسا جوڑا نہیں تھا جو وہ اپنی واحد دوست کی شادی میں پہن سکے۔ وہی پرانے گھسے پٹے سے سوٹ تھے جنہیں وہ ہزار بار پہن چکی تھی۔ محلے کی کوئی ایسی شادی نہیں تھی جن میں اس نے اپنے ان تین جوڑوں کو نہ پہنا ہو۔ زرد رنگ کی شلوار قمیض جس پر گوٹا کناری لگی ہوئی تھی۔ سبز رنگ کی ڈھیر ساری چنٹ والی انارکلی فراک، اور آتشی رنگ کا کرتا شلوار، اس نے غصے میں اس آتشی سوٹ کو ٹرنک میں پٹخا اور کمرے سے باہر آ گئی، سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اس نے صحن میں قدم رکھا تھا جہاں اماں پلنگ ڈالے سبزی بنانے میں مشغول تھیں۔ وہ ان کے سر پر آ کر سینے پر بازو باندھے کھڑی ہو گئی ایسا کہ منہ پھولا ہوا تھا اور آنکھوں میں ہلکی سی نمی تیر رہی تھی۔ سکینہ نے غور سے بیٹی کے تیور دیکھے اور واپس سے سابقہ کام میں مصروف ہو گئیں یہ دیکھ کر تو صحیفہ بلبلا ہی اٹھی تھی چیختے ہوئے بولی۔

''اماں، آپ دیکھ رہی ہیں نا میں آپ سے خفا ہوں، سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں میری بات کو''

سکینہ نے سبزی کی ٹوکری میں چھری کو واپس رکھتے ہوئے چہرہ اٹھایا اور بھنوں کو آپس میں ملتے ہوئے بولیں۔

''یہ بات تم مجھے صبح سے بیس بار کہہ چکی ہو اور میں چالیس بار جواب دے چکی ہوں کہ میرے پاس اس ناراضی کو ختم کرنے کا سامان نہیں ہے، تم کیوں نہیں سمجھ رہی ہو تمہارے ابا کی پنشن سے صرف اس گھر کا گزارا ہو سکتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں'' صحیفہ نے خود کو پلنگ کی پائنتی پر ٹکایا اور مصلحت آمیز لہجے میں بولی۔

''تو پھر میں کیا پہنوں آپ ہی بتائیں، وہ میری واحد دوست ہے اماں پلیز صرف تھوڑے

سے پیسے دے دو۔" سکینہ نے اس کی ضد پر دانتوں کو کچکچایا تھا اتنی زور سے کہ وہ ڈر کر جلدی سے پلنگ پر سے اٹھی۔ اس سے پہلے جوار بھاٹا اس پر پھوٹتا وہ اچھل کر پرے ہوئی تھی۔

"لو، یہ لو سارے پیسے ان میں تم پورے مہینے کا راشن ڈلوانا، گیس، بجلی کا بل ادا کرنا اور ہاں کچھ بچا بھی لینا اور اگلی بار ان پیسوں کو لینے تم جانا جب چار چار گھنٹے تپتے ہوئے سورج کے نیچے لائن میں کھڑی ہوگی نا تب عقل ٹھکانے آئے گی لو اب پکڑ بھی چکو" وہ آج ہی پنشن کے پیسے لے کر آئی تھیں آتے ہی حساب کتاب میں لگ گئیں اس کے سر میں درد تھا اوپر سے صحیفہ کی گردان وہ تو غصے میں کھول ہی اٹھیں تبھی پلو میں بندھے پیسے نکال کر پلنگ پر پٹخے اور طیش میں بولیں۔

صحیفہ نے کچھ کہنے کیلئے لب کھولے مگر پھر رونی صورت بنا کر وہاں سے پیر پٹختی ہوئی واپس پلٹ گئی۔ اماں کے دیے پیسے جوں کے توں پلنگ پر پڑے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں آئی نمی کو بے دردی سے ہتھیلی کی پشت سے رگڑ کر وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ دو ماہ بعد طے پائی اس کی پہلی اور آخری دوست کی شادی میں وہ نہیں جائے گی اسے کیا علم تھا قسمت خود ہی اسے وہاں جانے سے روک دے گی ہوتا تو یوں سکینہ کا دل نہ خراب کرتی جوان چند پیسوں کو افسردہ دل سے دیکھ رہی تھیں۔

"ہک ہا مجاہد، تم بہت جلدی چلے گئے۔" انہوں نے دوپٹے کے پلوں سے آنکھوں کو رگڑا اور واپس سے اپنے سابقہ کام میں مصروف ہو گئیں۔

✦✦✦

یہ مہوش کے ٹھیک ہونے کے ایک ہفتے کی بات ہے جب ان انہوں نے جوان نسل کو اپنے کمرے میں طلب کیا تھا۔ اب وہ سب ان کے سامنے موجود تھے۔ مہوش وہیل چیئر پر بیٹھی ہوئی تھیں اور باقی سب صوفوں اور کارپٹ پر جگہ بنا کر ان کے اردگرد بیٹھے تھے۔ سب کی گردنیں اور نگاہیں ان کی طرف تھیں جو اس راز کو کھول رہی تھیں جنہیں انہوں نے آج کے دن کیلئے سنبھال کر رکھا تھا۔ وہ سب کو وہ بتا رہی تھیں جس نے سب کی آنکھیں اور منہ مارے حیرت و بے یقینی کے وا کر دیا تھا۔ انہوں نے چوہدری خاندان کا حسب و نسب کھول کر رکھ دیا تھا جو کہ یہ تھا۔

سردار غیاث چوہدری کی تین اولادیں تھیں۔ سب سے بڑے اکمل چوہدری، اس کے بعد اصغر اور پھر مہوش تھیں۔ غیاث صاحب جدی پشتی وڈیرے تھے۔ ان کے باپ پھر ان کے باپ اور پھر ان کے باپ نسل در نسل اس گاؤں پر حکومت کرتے آرہے تھے۔ کئی ایکڑ پر پھیلی زمینیں تھیں جس پر بہت سے مزدور کام کیا کرتے تھے۔ پنچائیت سے لے کر ہر چھوٹا بڑا فیصلہ غیاث صاحب سے کروایا جاتا تھا۔ وہ گاؤں ان کے ماتحت چلتا تھا کوئی ایسا نہیں تھا جو ان کی بات کو ٹال سکے سوائے ایک انسان کے اور وہ تھی مہوش چوہدری اُن کی لاڈلی اور منتوں سے حاصل کی ہوئی بیٹی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب اکمل کی شادی کو دو سال گزر چکے تھے اور اشہد اس دنیا میں آنکھیں کھول چکا تھا۔ اصغر کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں ساتھ میں مہوش کی ضد نے بھی سر اٹھا لیا تھا۔ وہ بھائیوں کی طرح گاؤں کی حدود پار کر کے پڑھنا چاہتی تھی گو کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کی طرح یورپ سے پڑھنے

کی خواہش نہیں کی تھی پھر بھی ان کی ضد پر گھر میں ایک کہرام سا برپا ہو گیا تھا۔ غیاث صاحب اپنی بیٹی کی اس بے جا ضد سے نالاں تھے اور کوئی بھی فیصلہ کر کے نہیں دے رہے تھے ایسے میں اکمل نے انہیں سمجھایا۔

''ابا جی، کیا ہی اچھا ہوا گر آپ ہماری گڑیا رانی کو شہر جانے دیں وہ چار جماعتیں پڑھ لے گی تو آپ کا ہی نام بلند کرے گی، ابا جی بھروسہ رکھیں ہمارے مہوش بہت سمجھدار ہے۔ اس کی رگوں میں گدی نشینوں کا خون بہتا ہے وہ اس کا مان ضرور رکھے گی۔''

دروازے کی اوٹ میں کھڑی وہ اپنی بڑے بھائی کے ہر جتن کو سن رہی تھی جو وہ ابا جی کو منانے کیلئے کر رہے تھے اور جب یہ بات غیاث چوہدری کے کانوں میں پڑی کہ مہوش نے کل رات سے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے تو وہ تو تڑپ ہی گئے۔ نازوں پلی بیٹی کو بھلا وہ بھوکا رہنے دیتے اس لیے اپنے کمرے میں طلب کیا، ہاتھوں سے نوالے بنا کر منہ میں ڈالے اور بولے۔

''مہوش بیٹا، میں آپ کو جانے کی اجازت دے دیتا ہوں مگر ایک بات یاد رکھنا آپ اپنے چاچا کے بیٹے سے منسوب ہو، ہماری عزت، ہماری پگڑی کی شان آپ کے ذمے ہے۔''

اور مہوش نے جوش و خروش سے ہاں کر کے باہر کی دوڑ لگا دی۔ وہ اپنی دونوں بھابھیوں جو اس کے چاچا اور تائی کی بیٹیاں تھیں کو گلے سے لگائے ان دونوں کے ہاتھ تھام کر حویلی کے وسیع و عریض صحن میں گول گول گھومنے لگی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا، دل تھا کہ جھوم جھوم جا رہا تھا جھوم تو وہ تب پوری کی پوری گئی جب یونیورسٹی کے ماحول میں قدم رکھا۔ رنگ رنگ کے بھانت بھانت لوگ اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے ایسا نہیں تھا کہ وہ کبھی شہر نہیں گئی تھی مگر پنجاب یونیورسٹی کی دنیا اسے شہری دنیا سے یکسر الگ لگی ایسا محسوس ہوا جیسے وہ پاکستان میں نہیں بلکہ غیر ملک آ چکی ہو۔ جینز شرٹس میں ملبوس لڑکیاں لاپرواہ سے لڑکے اسے یہاں وہاں ٹہلتے ہوئے نظر آئے مگر اس کی نظر جس پر ٹکی وہ مجاہد تھا۔ مجاہد علی اس کی کلاس کا سی آر، سانولا سا کھڑے نقوش اور رف سے حلیے میں وہ کافی لڑکیوں کی نگاہ کا مرکز تھا لیکن اس کی نگاہ جس پر ٹھہری وہ، وہ تھی جس تک رسائی ناممکن تھی۔

***

''تمہارے جذبوں کی قدر کرتا ہوں میں، محبت کے اس سفر میں تم تنہا نہیں، ہو مہوش لیکن۔''

بات کرتے کرتے وہ یکدم رک گیا۔ آج ان لوگوں کے سیکنڈ لسٹ سمسٹر کا آخری پیپر ختم ہوا تھا تبھی وہ دونوں کیفے ٹیریا میں ایک دوجے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

''لیکن کیا مجاہد؟ تمہارا لیکن ڈرا دینے والا ہے'' جذباتی سی مہوش مجاہد کے ساتھ محبت کی راہوں میں اتنی آگے نکل گئی تھی کہ یہ تک بھول گئی وہ کسی کی امانت ہے، کسی کے وعدے میں بندھی ہے یاد تھا تو فقط اتنا کہ اس کا دل کیا چاہتا ہے اس کی رضا کیا ہے۔ خود غرضی اور ہٹ دھرمی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

''تمہارے گھر والے اس رشتے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے، میں ایک سیلف میڈ انسان ہوں یہاں تک اپنی محنت اور کامیابی کے بل بوتے پر پہنچا ہوں میرا جو گھر ہے وہ تمہارے شایان شان نہیں نہ ہی کوئی بزنس ہے میرا تو پھر کیونکر تمہارے والدین تمہیں مجھ سے منسوب

کریں گے۔"

اس کا ڈر بجا تھا۔ مہوش نے چند ثانیے اسے دیکھا اور پھر فیصلہ سنا ڈالا۔

"میرے گھر والے وہی کرتے ہیں جو میں چاہتی ہوں، تمہیں اس سب کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں آج حویلی جا رہی ہوں کل تم اپنی امی کے ساتھ آجانا فیصلہ تمہارے حق میں ہی ہوگا۔"

اٹل لہجے میں کہتی ہوئی وہ پرس اٹھا کر چلی گی اس سب کی پرواہ کیے بغیر کہ اب جو ہونا ہے وہ ان کی منشا پر نہیں ہوگا۔ مجاہد حویلی آیا، اپنی ماں اور چند مٹھائیوں کے ٹوکروں کے ساتھ وہ ان مٹھائیوں کو ساتھ نہیں لایا تھا حویلی میں طوفان لایا تھا جس نے سب کو روند ڈالا۔ غیاث چوہدری نے مجاہد کو بے عزتی کر کے حویلی سے دھکے دے کر باہر نکلوایا تھا جس پر مہوش نے خوب احتجاج کیا۔ باپ اور بھائیوں سے تھپڑ کھانے کے باوجود انہوں نے پوری حویلی کو سر پر اٹھا رکھا تھا، بھوک ہڑتال رونا دھونا، چیخنا چلنا روز کا معمول بن گیا تنگ آ کر غیاث چوہدری نے ان کی شادی کی تاریخ رکھ دی جس پر مہوش کا ردعمل شدید تھا اپنی کلائی کی رگوں کو کاٹ کر وہ ایک ہفتہ زندگی اور موت کے بیچ ڈولتی رہی اور جب ہوش میں لوٹی تو سب کو خود کے سامنے بے بس پایا۔ اس بار بھی وہی ہوا جو مہوش کی خواہش تھی۔

"تمہاری آرزو و ضد کے پیچھے ہم نے رشتوں سے بیر مول لے لیا، تم آج اس حویلی کی دہلیز پار کر رہی ہو لیکن اس کے بعد یہ یاد رکھنا کہ اب تمہارا ہم سب سے کوئی تعلق نہیں فاتحہ پڑھ لینا ہم لوگوں پر۔"

سرخ دوپٹہ کے اوپر دست شفقت رکھے بنا ہی اس کے جان سے عزیز باپ نے یہ الفاظ ادا کیے اور اسے مجاہد کے ساتھ رخصت کر دیا۔

مہوش کیلئے تو گویا جنت زمین پر اتر آئی تھی وہ ماں باپ و بھائیوں کی خوشیوں کو روند کر، انہیں زمانے میں رسوا کر کے ان کی بربادی پر اپنا گھر بسا بیٹھی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جن فیصلوں میں والدین کے آنسوں گھلے ہوں وہ فیصلے کبھی ٹھیک نہیں ہوا کرتے آخر کار دکھ اور درد دامن چھوتا ہی ہے۔ مہوش کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ شادی کا کچھ عرصہ تو اس نے مجاہد کے دو کمروں پر مشتمل تنگ سے گھر میں گزار لیا تھا لیکن پھر اسے ادراک ہوا کہ وہ تو اس چھوٹے سے گھر میں رہ ہی نہیں سکتی۔ عیش کی زندگی گزارنے والے بھلا کہاں اتنی جلدی ایڈجسٹ کر پاتے ہیں۔ محبت کا بھوت اترا تو ضرورت اور تنگ دستی منہ کھول کر سامنے آن کھڑی ہوئی جسے حقارت سے دیکھتے ہوئے مہوش مجاہد پر پل پڑی تھی۔

"آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہی ہے مجاہد، میں اس گھر میں نہیں رہ سکتی ان حالوں میں نہیں رہ سکتی آپ کو بڑا گھر ڈھونڈنا ہوگا نہیں تو میرا دم گھٹ جائے گا یہاں۔"

اس کے نوکروں کے کوارٹر بھی اس گھر سے بڑے ہوتے تھے جس میں وہ رو رہی تھی۔ محبت کی خاطر وہ دولت کو لات مار آئی تھی مگر اب اسی دولت کی یاد اسے شدت سے آتی تھی۔

مجاہد کچھ عرصے تو اسے ٹالتا رہا کہ فی الوقت گزارا ہی بڑی مشکل سے ہوتا تھا تو نیا گھر کہاں سے لیتا لیکن مہوش کے آئے روز کے جھگڑوں اور بدتمیزی سے عاجز آ کر اس نے اس گھر کو کرائے پر ڈال کر دوسرا لے لیا۔ تین چار سال بیت گئے تھے ان کی صحیفہ رفتہ رفتہ بڑی ہو رہی

تھی صحیفہ کی عمر کے ساتھ ساتھ مہوش کے مطالبے اور ڈیمانڈز بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ برانڈڈ کپڑے، جوتے، ہوٹلنگ اس کی طلب بنتی جا رہی تھی۔ مجاہد کی جاب چند ہزار کی تھی اور وہ ان چند ہزار میں گزارا نہیں کر سکتی تھی۔

''مجھے بتاؤ میں ایسا کیا کروں جو تمہیں خوش کر دے، دن رات محنت کرتا ہوں ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کی تلاش میں ہوں اب جاب نہیں مل کر دے رہی تو میں کیا کروں یہ کلرک کی جاب ایٹ لیسٹ فاقوں سے تو بہتر ہے کیا تمہیں شادی سے پہلے میرے حالت کا نہیں پتا تھا۔''

مجاہد نے آج دوٹوک اس سے بات کرنے کا ارادہ ٹھان لیا تھا تبھی اسے سمجھانے کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا دونوں کو ہی نہیں پتا تھا کہ ان کی محبت کی نشانی دروازے کی جھری سے اندر کا منظر دیکھ رہی ہے سب سن رہی ہے۔

''اسی لیے تو کہہ رہی ہو حویلی چلتے ہیں میں جانتی ہوں سب ہمیں معاف کر دیں گے پیسہ ملے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا''۔

مجاہد کی نگاہوں میں شاک ابھرا دکھ بھی اور تاسف بھی۔

''مہوش ہم پیسے تو کبھی بھی ہماری محبت میں نہیں تھے۔'' انہیں یقین نہیں آیا یہ وہی عورت ہے جس سے انہوں نے محبت کی تھی بغیر کسی غرض اور طمع کے۔

''اوہ کم آن مجاہد، یہ سب افسانوی باتیں ہیں بس میں کہے دے رہی ہوں ہم آج ہی جائیں گے اور ان سے معافی مانگ لیں گے۔''

مجاہد کا دل چھن سے ٹوٹ گیا اس نے وہ کہا جو کہنا تھا۔

''میں وہاں ضرور جاؤں گا معافی بھی طلب کر لوں گا لیکن اس لیے نہیں کہ ہمیں ان کے پیسوں کی ضرورت ہے بلکہ اس لیے کیونکہ وہ تمہارا خاندان ہے اگر مانتی ہو تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں وہاں جانے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔'' اور اس بات نے مہوش کے پتنگے لگا دیے وہ غصے میں بپھر اٹھی۔

''تم مجھے روکو گے ہاں، تمہاری اتنی اوقات ہو کون تم'' مہوش کا ہاتھ اٹھ گیا تھا اس سے پہلے مجاہد کے چہرے پر پڑتا اس نے پکڑ لیا، زور کا جھٹکا اور غراتے ہوئے بولا۔

''تمہارا شوہر ہوں اور اب میں تمہاری مزید کوئی بدتمیزی نہیں سہوں گا بہت برداشت کر لیا میں نے، میری نرمی کا زیادہ فائدہ مت اٹھاؤ مہوش خانم۔ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تم سے شادی کرنا تھی کاش میں ایسا نہ کرتا۔'' مہوش غصے میں پاگل ہو گئی کمرے کا سامان یہاں وہاں پھینکتے ہوئے بولی۔

''غلطی تھی نا تو سدھارو اس غلطی کو طلاق دو مجھے، نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ آزاد کر دو۔'' وہ ضدی تھی جنونی تھی اور ضد میں کیا کر گزرتی اسے علم نہیں ہوتا تھا اب بھی وہ ایک بار پھر سے ضد میں گھری اپنا گھر تباہ کر رہی تھی۔

''میں ایسا نہیں کروں گا ہاں اس بات کا یقین ضرور دلاتا ہوں کہ اب تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا۔'' مہوش استہزائیہ ہنسی، اس کی ہنسی میں پاگل پن تھا۔

''تمہارا تو باپ بھی یہ کرے گا اور تم کیا مجھے نہیں رکھو گے میں خود تمہارے اس ڈربے کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔'' اور اس نے ویسا کیا بھی، سوٹ کیس پیک کیا اور ناک کی سیدھ میں ساس کے روکنے کے باوجود دہلیز پار کر گئی اس نے تو مڑ کر بھی اپنی بیٹی کو نہیں دیکھا تھا۔

''کچھ دن بعد ہاں ایک لفافہ ضرور آیا تھا جو

مجاہد کے نام پر تھا وہ خلع کے پیپرز تھے جن پر سائن کرتے ہوئے مجاہد نے مہوش نامی تلخ چیپٹر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا تھا۔ ان کی ماں ہمیشہ سے مجاہد کی شادی اپنی بھانجی سکینہ سے کروانا چاہتی تھیں۔ وہ یتیم تھی اور دس پڑھی ہوئی تھی کم تعلیم کے باعث ہی مجاہد نے اس سے شادی سے انکار کیا تھا اسے کیا پتا تھا وہ ہیرے کو کھو کر کوئلہ اپنے گھر میں سجانے جا رہے ہیں وہ کوئلہ جس نے اسے ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی کو بھی سیاہ کر دیا تھا۔

صحیفہ چھوٹی تھی اسے ماں کی ضرورت تھی اسی چیز کے پیش نظر اپنی اماں کے سمجھانے پر مجاہد سکینہ کو بیاہ لائے تھے۔ کیا زبردست فیصلہ تھا جو انہوں نے کیا تھا۔ سکینہ ایک وضع دار لڑکی تھی ایسے اس گھر کو اس میں بستے مکینوں کو سمیٹا کہ مانو گھر کی در و دیوار پر جنت اتر آئی ہو۔ وہ خود ماں کے شرف سے محروم رہی لیکن صحیفہ کو سگی اولاد سے بڑھ کر چاہا اور پیار کیا۔ اپنی ماں جیسی ساس کے جانے کے بعد وہ ہی تھی جو مجاہد کے دکھ کے آگے ڈھال بنی تھی۔ ان کی رفاقت و محبت میں مجاہد مہوش نامی عورت کو بھلا بیٹھے تھے لیکن اندر دل کے نہاں خانوں میں وہ اب بھی بڑے کروفر سے براجمان تھی وہی مہوش جس کو حویلی میں کچھ سال گزارنے کے بعد یہ احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے بغیر نہیں رہ سکتی اسی سبب وہ اس محلے میں آئی تھی جہاں کبھی مجاہد علی کا گھر تھا لوگوں نے بتایا تھا۔

''ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کے کچھ عرصے بعد ہی مجاہد میاں اپنی بیوی اور بیٹی کے ہمراہ کہیں اور شفٹ ہو گئے۔''

''بیوی'' اس لفظ نے مہوش کے دل میں دکھ انڈیل دیا جو بھی تھا اس نے مجاہد سے محبت کی تھی اسے چاہا تھا اس کیلئے سب سے ٹکر لی تھی۔

وہ بند آنکھوں کے پیچھے سے آنسو بہاتی ہوئی کار کی سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھی تھی جب ایک زوردار دھماکا ہوا۔ ان کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ اپنی ٹانگیں کھو بیٹھیں۔ وقت کی گرد اڑتی گئی اور سالوں کو پاٹ گئیں۔ پچھتاوں نے ایسا ڈسا کہ وہ نیلو نیل ہوتے ہوئے سسکنے لگی گھٹ گھٹ کر مرنے لگی۔ ممتا سر اٹھا رہی تھی، بیٹی کی محبت جوش پکڑ رہی تھی تبھی وہ دن بہ دن کمزور ہوتی گئیں پھر ایک دن انہیں مجاہد کے مرنے کی بھی اطلاع ملی۔ وہ سالوں سے دل کے عارضے میں مبتلا تھے اور اسی مرض کو اپنی زندگی تھما کر یہ دنیا چھوڑ گئے۔ پے در پے ملتے دکھوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اشہد میں پناہ ڈھونڈی تھی اور فیصلہ کیا تھا اپنے بچوں کو سب بتا دیں گی تاکہ وہ ان کی صدیوں کی ترسی ممتا کی پیاس کو بجھا سکے۔

بھیگی پلکوں اور آواز کے ساتھ وہ سب کچھ بتا چکنے کے بعد آس سے سب بچوں کے چہرے تک رہی تھیں۔ ان کے چپ ہوتے ہی سب سے پہلے اٹھ کر آنے والا اشہد تھا جو ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بڑی امی، آپ کا درجہ ابھی بھی وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا غلطیاں انسان سے ہی ہوتی ہیں آپ سے بھی ہوئیں تو کیا ہو گیا آپ فکر نہ کریں میں اور محسن مل کر صحیفہ کو ڈھونڈیں گے۔''

مہوش نے روتے ہوئے چہرے کو ہاتھوں میں چھپالیا لڑکیوں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اشہد نے اٹھ کر انہیں گلے سے لگایا۔

''جی بڑی امی، ایسا ہی ہو گا ہم اپنی بہن کو ڈھونڈ لیں گے۔'' محسن کی تائید پر ان کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ اشہد ہولے ہولے ان کے سر کو

سہلانے لگا۔ ایک بہت مشکل ٹاسک تھا جو اسے سونپ دیا گیا تھا اور وہ جانتا تھا وہ اسے مکمل کرلے گا کیونکہ اسے اپنی بڑی امی سے محبت تھی۔ ان کی خوشی کیلئے وہ کچھ بھی کرسکتا تھا کچھ بھی۔

+++

"بڑا مشکل پیپر تھا یار مجھے تو کچھ نہیں آتا تھا" وہ جونہی سینٹر سے باہر آئی اس کی کلاس فیلوز میں سے ایک آگے کو بڑھی یہ وہ لڑکی تھی جو ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر کہتی تھی کہ اسے کچھ نہیں آتا اس کیلئے دعا کرو اس کا پرچہ بہت برا ہوا ہے اور پھر یہی لڑکی پوری کالج میں ٹاپ کرنے کے بعد کہتی تھی پتا نہیں کیسے ایسا ہو گیا لگتا ہے میری تہجد کی نمازیں کام آ گئیں۔

"اچھا، پھر تو میں تمہارے لیے خصوصاً دعا کروں گی کہ اس بار تم نہ فیل ہو جاؤ" وہ چباتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ ہی ہی کیے جا رہی تھی۔ جب صحیفہ کی واحد دوست دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بیگ سے موبائل برآمد کر کے بولی۔

"صحیفہ، سکینہ آنٹی کی کال آئی تھی کہہ رہی تھیں فوراً گھر آؤ مہمان آئے ہوئے ہیں، کہیں تمہارے بھی تو رشتے والے نہیں آ رہے؟" اس نے ایک ہاتھ اس کی کہنی پر جڑ دیا۔

"فضول مت بولا کرو۔" پھر تیز تیز چلنے لگی۔ اس کا کالج گھر سے پیدل بیس منٹ کی مسافت پر تھا۔ وہ پیدل ہی آیا جایا کرتی تھی آج بھی یونہی جاتی لیکن امی کا کال کرنا اسے اچنبھے میں ڈال گیا۔ ایسا تو انہوں نے کبھی نہیں کیا تھا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا کہ ان کے گھر کوئی مہمان آئے ان کے تو کوئی جاننے والے بھی نہیں تھے جو بھی تھے بس اس محلے میں ہی تھے جس میں وہ برسوں سے رہ رہے تھے تو پھر یہ کون لوگ تھے جو ان کے گھر میں آ گئے تھے جن کی خاطر اس کی امی نے کال کی تھی۔ وہ انہی سوچوں کے ساتھ رکشے سے اتری اور آنکھیں پھاڑ کر اپنے گھر کی گلی کے باہر ان بڑی بڑی گاڑیوں کو دیکھنے لگی جن کو فقط وہ دور سے ہی دیکھ کر آہیں بھرتی تھی۔

اچانک اس کے چہرے کے عضلات سکڑے، ایک جھما کا سا دماغ میں ہوا تھا جسے نظر انداز کرتے ہوئے وہ قدموں میں رفتاری پیدا کر کے گھر کی سمت لپکی صحن میں پہنچتے ہی سلام داغا اور تیزی سے بڑے کمرے کی طرف بڑھی جسے ڈرائینگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا جو اس نے سوچا تھا وہی ہوا اس کے سامنے وہی عورت تھی جس سے شاید وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی تھی۔ کسی کے تیز قدموں کی آہٹ پر سب نے نگاہ دروازے کی جانب کی جہاں سے وہ داخل ہو رہی تھی۔ ستا ہوا چہرہ، کھڑے کھڑے نقوش، صاف رنگت گلابی رنگ کی قمیص ٹراؤزر میں سفید رنگ کا دوپٹہ جس کے چاروں طرف گلابی لیس لگی ہوئی تھی سر پر جمائے اس نے بیگ کی اسٹرپ مضبوطی سے پکڑی ہوئی تھی۔ ان کے اس کمرے میں عین سامنے مہوش بیٹھی ہوئی تھی جس کے ساتھ ایک لڑکا (اشہد) بیٹھا ہوا تھا۔ دائیں صوفے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی (اصغر) تھا اور بائیں صوفے پر ایک عورت (شیبا، اصغر کی بیوی) اور دوسرا لڑکا (محسن) بیٹھا ہوا تھا۔

ان سب کے ہاتھوں میں چائے کے کپ تھے وہ کپ جو خاص مہمانوں کیلئے رکھے گئے تھے۔ صحیفہ نے سب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر اپنی امی پر روک لی جو ان لش پش لوگوں کے سامنے دبکی ہوئی سی بیٹھی تھیں۔ اس کی پیاری

صابرامی۔

''امی یہ کون لوگ ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' اشہد نے اس لڑکی کو غور سے دیکھا جو بالکل اس کی بڑی امی کی کاربن کاپی تھی وہ پہلی نگاہ میں ہی دل کو لبھانے والی لڑکی تھی مگر اس کا لہجہ ہرگز اس جیسا پیارا نہیں تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں ابھرتے سرخ ڈوروں کو دیکھ چکا تھا جبھی الجھن میں تھا۔

''صحیفہ، میری بچی میں، میں تمہاری ماں ہوں تمہاری سگی ماں مہوش آؤ میرے پاس''

ایک دکھ بھری نگاہ چپ کر کے بیٹھی سکینہ پر ڈالنے کے بعد وہ سینے پر ہاتھ باندھتی ان کے سامنے آ گئی۔

''او تو آپ ہیں وہ عورت جو دولت کے پیچھے میرے باپ کو چھوڑ گئی تھیں۔ خیر وہ اب زندہ نہیں ہیں اگر ان سے ملنا ہے تو قبرستان میں جائیں وہ یہاں نہیں پائے جاتے'' اس کے سفاکیت سے کہنے پر اصغر نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا جبکہ اشہد غصے سے کھول اٹھا کچھ پل پہلے جو اچھا گمان اس لڑکی کیلئے ہوا تھا یکدم زمین بوس ہوا وہ چائے کے کپ کو میز پر پٹختے ہوئے غرایا۔

''تمیز سے بات کرو لڑکی، اپنے لفظوں کو عزت کا پیراہن پہناؤ'' اسکے لہجے کی آگ پر آواز کی اونچائی پر صحیفہ کے کان سرخ ہونے کے ساتھ ساتھ دل بھی دھک کرنے لگ گیا تھا۔ وہ بھلا کہاں اور کب ایسے لہجے سننے کی عادی تھی اس لیے تڑخ گئی۔

''اگر آپ لوگوں کو اتنی ہی عزت پیاری ہے تو چلے جائیں یہاں سے۔'' اشہد کا ہاتھ مہوش نے گرفت میں لے لیا تھا۔ محسن نے بھی اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر اسے کم ڈاؤن رہنے کا اشارہ کیا جبکہ سکینہ صحیفہ کی بدتمیزی پر روہانسی ہو گئی جھٹ سے ڈپٹا۔

''صحیفہ، اپنی حدود مت بھولو۔''

''امی آپ نے ان لوگوں کو گھر میں گھسنے کیوں دیا کس حیثیت سے یہ یہاں ہیں۔ اس عورت نے میرے باپ سے طلاق لی تھی ان کا رشتہ تبھی ختم ہو گیا تھا اب تو ان کیلئے یہاں کچھ نہیں بچا اور اگر یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں ان کی اولاد ہوں تو شرمندگی ہے مجھے اپنے اس مقام پر۔''

مہوش کی آنکھوں سے سیل رواں جاری تھا۔ اصغر اور شیبا نظریں جھکائے لبوں کو سیے بیٹھے تھے وہ کیا کہتے ایسا لگ رہا تھا جیسے بیتے ماہ وسال واپس پلٹ آئے ہوں اور ان کے سامنے وہ نازک انہدام لڑکی نہ ہو بلکہ مہوش ہو ہاں وہ بالکل ان کا ہی تو پرتو تھی۔ ان جیسی ہی خوبصورت ان جیسی ہی بدزبان۔

''صحیفہ میرے بچے۔ اس نے درشتی سے ان کی بات درمیان میں کاٹی''

''نہیں ہیں آپ میری ماں اور جس نے مجھے جنم دیا تھا نا اس پر فاتحہ پڑھ لیا ہے میں نے، میرے لیے مر چکی۔ مہوش چوہدری۔''

اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ مہوش کے دل میں درد سا اٹھنے لگا۔

''فاتحہ پڑھ لیا ہے میں نے، میرے لیے مر چکی مہوش چوہدری۔''

''نہیں ہیں آپ میری ماں۔''

''فاتحہ پڑھ لیا ہے۔''

''مر چکی۔''

''مر چکی۔''

''مر چکی۔''

وہ یکدم کرسی پر ڈھلکیں تھی۔ صحیفہ کے پیچھے

شور شروع ہو چکا تھا جسے نظر انداز کرتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھ گئی۔

+++

''میں بتا رہا ہوں اگر بڑی امی کو کچھ ہوا تو اس لڑکی کو قتل کر دوں گا، وہ میرے ہاتھوں نہیں بچے گی۔'' اشہد یہاں سے وہاں مسلسل ٹہل رہا تھا۔ اس کے قدموں کے نیچے آگ بچھی تھی جو اس کے پورے بدن کو جھلسائے دے رہی تھی۔ ڈاکٹرز نے بائی پاس کا کہا تھا اور اب تک وہ اندر آپریشن میں مصروف تھے۔

''ریلیکس اشہد سب ٹھیک ہو جائے گا'' محسن کی بودی تسلی پر اس نے کان نہیں لگائے تھے۔

اس کے دماغ میں تو بس اس بدتمیز لڑکی کے الفاظ ہی گونج رہے تھے جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹا جا رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی قینچی بنائے سر کے پیچھے جما کر ابھی بیٹھا ہی تھا جب ڈاکٹرز نے آ کر مطالبہ کیا وہ کہہ رہے تھے۔

''آپ میں سے صحیفہ کون ہے؟ پیشنٹ ان سے ملنا چاہتی ہیں گھبرائیں نہیں وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔'' اشہد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اس سے پہلے اصغر چاچو کچھ کہتے وہ اس ڈاکٹر کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتا ہوا اندر بڑھ۔

''صحیفہ، مر چکی ہے رائیٹ۔'' ڈاکٹر شانے اچکاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

''میں جا کر صحیفہ کو لے کر آتا ہوں۔'' محسن نے احتجاج کیا۔

''لیکن ڈیڈ۔''

''کچھ نہیں ہوگا تم یہیں رہو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر پلٹ گئے تھے جبکہ اندر اشہد شا کی نگاہوں سے اپنی بڑی امی کو دیکھ رہا تھا ہر خوشی اور غمی پر وہ سب سے پہلے اسے بلاتی تھیں اور آج انہوں نے بلایا بھی تو کسے؟ اسے جس کو ان کی رتی برابر فکر نہ تھی۔

''ناراض ہو؟'' وہ آہستہ آواز میں پوچھ رہی تھیں۔

''بہت زیادہ'' اس نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا وہ ان کے ساتھ جگہ بنا کر بیٹھا ہوا تھا۔

''مجھ سے یا صحیفہ سے؟'' اس سوال پر اس نے برہمی سے انہیں تکا اس کا روم روم پھر سے جل اٹھا تھا۔ مہوش نے اس کی اندرونی کیفیت بھانپتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرا۔

''اس کا نام بھی مت لیں میرے سامنے۔'' اشہد کے لفظوں میں پناہ لیتی نفرت نے مہوش کو دہلا دیا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولیں۔

''اشہد، وہ میری بیٹی ہے کیا تم میرے لیے اسے معاف نہیں کر سکتے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالتے ہوئے حتمی لہجے میں گویا ہوا۔

''بڑی امی، ان سب باتوں کیلئے بہت وقت ہے ہمارے پاس ابھی آپ ریسٹ کریں جب آپ ٹھیک ہوں گی تب اس موضوع پر بات کی جائے گی لیکن اس سے پہلے آپ صحیفہ سے نہیں ملیں گے۔ بڑی امی کچھ بھی مت بولیں اگر آپ کو مجھ سے تھوڑی سی بھی محبت ہے تو پلیز خاموش ہو جائیں میں نہیں چاہتا کسی کی بدتمیزی آپ کو ہرٹ کرے پھر برداشت نہیں کر پاؤں گا میں۔''

مہوش کے کھلتے لب واپس بند ہو گئے تھے۔ وہ بے بسی سے اسے باہر جاتا دیکھ رہی تھیں جہاں اشہد دروازہ کھول کر باہر گیا تھا وہیں بہت دور کسی نے دروازہ کھول کر صحیفہ کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ سکینہ تھیں اور ان کے ساتھ اصغر۔

دونوں کی نگاہیں بیڈ پر بیٹھی گھٹنوں میں منہ دیے لرزتے وجود والی صحیفہ پر پڑی تھیں۔ وہ رو رہی تھی اور وہ بھی دل جمعی کے ساتھ۔ سکینہ اسے اس طرح دیکھ کر آگے بڑھنے والی تھیں جب اصغر نے انہیں اشارے سے روک دیا۔ وہ انہیں باہر جانے کا کہہ رہے تھے بے چارگی کے عالم میں سکینہ نے خود کو کمرے سے باہر نکال اور دروازے کی اوٹ میں کھڑا کر دیا۔ وہ جھری سے دیکھ رہی تھیں کہ اصغر آہستہ سے آگے بڑھے اور کھڑے کھڑے صحیفہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا جس پر وہ چہرے کو تاریکی سے آزاد کرتے ہوئے انہیں دیکھنے لگی۔

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' رندھی ہوئی آواز تھی۔

''اپنی بیٹی کے پاس آیا ہوں کیا نہیں آسکتا؟'' پر شفقت لہجہ تھا۔

''آپ کو نہیں آنا چاہیے تھا آپ جائیں واپس جاکر انہیں کہہ دیں کہ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی ان کے گھر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

اس کی پلکوں پر آنسو ٹکے تھے جو بولنے کے سبب یکے بعد دیگرے گرتے چلے گئے۔ اصغر مبہم سی مسکان لبوں پر طاری کرتے ہوئے بولے۔

''اچھا مجھے لگا آپ نے انہیں معاف کر دیا، آپ کے آنسو تو یہی داستان سنا رہے ہیں۔''

اس سے پہلے صحیفہ بھیگی آواز کے ساتھ انہیں کچھ کہتی وہ اس کے قریب بیٹھے اور اس کے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے آزاد کروا کر انہیں تھامتے ہوئے کہنے لگے۔

''صحیفہ، بیٹا کچھ چیزیں ہیں جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں پہلے میری پوری بات سنیں پھر بولیں شاباش۔'' اس کو منہ کھولتے دیکھ وہ اسے نرمی سے روک گئے تھے۔ صحیفہ نے سرنڈر کیا اور آنکھیں دروازے پر جما لیں جن میں سے آنسو ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔

''مانتا ہوں مہوش نے ماضی میں بہت ساری غلطیاں کیں، خود غرضیاں دکھائیں، آپ کو تنہا چھوڑ کر آپ کے ساتھ زیادتیاں کیں۔''

عادت سے مجبور وہ ان کی بات درمیان میں کاٹ گئی انداز جتانے والا تھا۔

''میں تنہا نہیں تھی میرے پاس میری امی اور بابا تھے تنہا وہ تھیں۔'' سکینہ کی آنکھیں بھرا گئیں جبکہ اصغر نے سر کو ہلایا۔

''یہ بھی ٹھیک کہا، وہ تنہا تھیں اور رہیں جانتی ہیں ایک عرصے تک حویلی کا کوئی بھی فرد ان سے ہمکلام نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ امی جی بھی نہیں اس کے بعد وہ پیرالائز ہو گئیں سالوں آپ کی محبت کیلئے ترسیں اور دل کی مریض بن گئیں مجھے تمہید باندھنے پر مت ٹوکیے میں مدعے پر آ رہا ہوں مجھے بالکل حیرت نہیں ہوئی یہ جان کر کہ آپ مہوش پر گئیں ہیں۔'' وہ دوبارہ سے اس کے لب کھلتے دیکھ بولے تھے جبکہ ان کی بات نے صحیفہ کی آنکھوں میں مرچیں بھر دیں۔ نیا دکھ تھا نئے سرے سے آنسو نکلنے لگے۔

''وہ آپ کی ماں ہیں، اس وقت ہسپتال میں ہیں وہ بھی آپ کے رویے کی بدولت، آپ مجھے بتائیں چاہے وہ جتنی بھی بری تھیں کیا اس سلوک کی مستحق تھیں جو آپ نے ان کے ساتھ کیا؟'' صحیفہ نے لب کچلے۔

''وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں اس لیے میں یہاں ہوں، آپ وہاں جائیں گی مگر اچھے انداز میں ان سے ملاقات کریں گی آپ کو ہمارے

ساتھ حویلی بھی جانا ہوگا کیونکہ وہ ایسا چاہتی ہیں۔" صحیفہ نے چہرہ ان کی جانب کیا اور ان کی آنکھوں میں اپنی متورم آنکھیں گاڑتے ہوئے گویا ہوئی۔

"لیکن میں نہیں جانا چاہتی، ہسپتال اور نہ ہی آپ لوگوں کی حویلی یہ انہیں بتا دیجیے گا۔ پلیز اب آپ جا سکتے ہیں۔"

وہ ان کے دوبارہ سے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی چادر کھینچ کر دوسری جانب کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ یہ واضح اعلان تھا کہ اس پر ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے۔ اصغر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، مڑے، مڑ کر باہر آئے اور دروازے کے باہر کھڑی سکینہ کے ہاتھ پر اپنا کارڈ رکھتے ہوئے بولے۔

"اسے منائیں جب یہ مان جائے تو مجھے کال کر دیجیے گا میں لینے آ جاؤں گا۔"

وہ شکستہ خوری چال چلتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگے۔

✦✦✦

مہوش کو ہاسپٹل سے گھر منتقل ہوئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ صحیفہ ان سے ملنے نہیں آئی تھی۔ اس نے ان کی خبر گیری نہیں کی تھی۔ بھلے ماضی میں کوتاہیاں ہوئیں مگر اس کی طرف سے یہ شدید ردعمل ان کا دل تار تار کر گیا تھا۔ ڈاکٹرز نے خاص ہدایات دی تھیں پھر بھی وہ نہ کچھ کھا رہی تھیں اور نہ ہی پی رہی تھیں میڈیسن لینا تو دور کی بات۔

اسی چیز نے اشہد کو جھنجلا دیا تھا۔ وہ چڑچڑا ہو گیا تھا اسی چڑچڑاہٹ کے سبب وہ ان کے سر پر کھڑا بے بسی کی انتہا کو چھوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بڑی امی یہ کیا ضد، آپ اپنی صحت ٹھیک کرنے کی بجائے مزید گرا رہی ہیں ایسا کب تک چلے گا۔" جب سے مہوش نے کھانا پینا چھوڑا تھا اشہد نے بھی بھوک ہڑتال کر لی تھی اسے گمان ہو رہا تھا کہ کیا پتا یہ بات مہوش کو پگھلا دے اور وہ کھانا، کھانا شروع ہو جائیں لیکن انہوں نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی صحیفہ آئے گی تو ہی وہ کچھ کھائیں پئیں گی۔

"اشہد، میں نے کسی کو نہیں کہا میری پرواہ کرے۔" نحیف سا وجود لیے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ آنکھیں گڑھوں کی صورت اندر جانا شروع ہوئیں اور گال مزید پچک گئے۔

"سیریسلی بڑی امی! اب وہ ایک لڑکی آپ کیلئے سب کچھ ہو گئی ہے اس کی وجہ سے آپ ہمارے ساتھ ظلم کریں گی بتایا تو تھا اصغر چاچو لینے گئے تھے اس نے آنے سے منع کر دیا پھر بھی آپ ہم سب لوگوں سے خفا ہیں، ہم سب کو سزا دے رہی ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں بے چینی تھی بڑی امی کی حالت اس کے دل کو تکلیف دے رہی تھی۔ وہ ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا اب اسے کیا کرنا ہے۔

"ٹھیک ہے آپ کو وہ لڑکی چاہیے نا، اب وہ اس گھر میں ہوگی۔" اشہد کے ارادے مہوش کو چوکنا کر گئے وہ انہیں بھانپتے ہوئے جھٹ سے بولیں۔

"تم کیا کرنے جا رہے ہو اشہد۔" مگر اس نے سنا کہاں تھا وہ تو غصے میں بپھرا اس کمرے سے چلا گیا تھا۔ اس کا انداز جارحانہ تھے اور تیور خطرناک۔ قمیص کے بازوؤں کو فولڈ کرتے ہوئے وہ غصے سے سیڑھیاں پھلانگ رہا تھا ساتھ ساتھ اس حویلی کے خاص ملازم کو بھی آوازیں لگا رہا تھا۔ اس کی آواز کے شور سے

سب کمروں سے باہر آ گئے تھے مگر وہ کسی کو بھی دیکھے بنا ناک کی سیدھ میں چلتا ہوا عقیل کے ساتھ باہر آیا اور گارڈز کو ساتھ لیے چل دیا۔

''یہ گاڑیاں لے کر کہاں گیا ہے؟'' شیبا نے پریشان کن انداز میں اصغر سے سوال کیا تھا۔

''اکمل غیاث چوہدری کے ساتھ مربعوں پر گئے ہوئے تھے ورنہ وہ اسے اس طرح ہرگز جانے نہ دیتے۔''

''محسن بھی گھر پر نہیں ہے کہیں گڑبڑ نہ کردے۔'' اصغر نے اپنی بیگم کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں ہوتا، آپ پریشان مت ہوں اور آپ سب۔'' ان کی مخاطب عفراء، عصمہ اور حمنہ تھے۔

عفراء اصغر کی بیٹی تھی جبکہ حمنہ اکمل کی اور عصمہ اکمل کے دوست کی بیٹی تھی جو ہسپتال میں اپنے آخری وقت میں عصمہ کی ذمہ داری ان کے سپرد کر گئے تھے۔ وہ دو سال کی تھی تب سے یہاں تھی۔ باقی سب لوگوں کی طرح وہ بھی سب کو انہی رشتوں سے پکارتی تھی جو سب کے اس حویلی میں تھے۔

''آپ لوگ بھی اندر جائیں سب ٹھیک ہے۔'' اکثر و بیشتر دشمنوں کی طرف سے حملے کی صورت میں ہی گھر کے بڑے اس طرح گارڈز لے کر نکلتے تھے مگر آج کوئی ایسی مشکل صورت حال نہیں تھی۔ وہ غصے کا تیز تھا جذباتی اور سنجیدہ بھی معاملہ بہت نازک تھا اس لیے گارڈز کا ہونا بہت ضروری تھا۔ وہ ان رستوں پر تھا جن پر کبھی بھی نہ چلنے کا اس نے خود سے عہد کیا تھا اب اس کی گاڑیاں انہی رستوں پر دھول اڑاتی جا رہی تھیں۔

✣✣✣

''یہ دیکھیں مجھے کیا ملا اور خبردار جو اگر اس جوڑے کے بارے میں بھی آپ نے کہا کہ یہ میں نے تمہارے جہیز کیلئے رکھا ہے۔'' وہ ایک آتشی رنگ کا جھلملاتا ہوا ان سلا جوڑا نکال کر پلنگ پر رکھتے ہوئے بولی۔ اس جوڑے پر لگے جھلملاتے تاروں نے اس کی آنکھوں میں جگہ بنا لی تھی جنہیں دیکھتے ہوئے سکینہ اسے ڈپٹتے رک گئیں بس شکوہ کناں لہجے میں بولیں بھی تو اتنا۔

''یہ کوئی چوتھا جوڑا ہے صحیفہ، جو تم نکال چکی ہو جانتی ہو کتنی مشکل سے بناتی ہوں میں یہ سب۔'' ان کی بات کے درمیان میں ہی بیرونی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا دونوں ماں بیٹی نے گردنیں گھمائیں انہیں لگا تھا شاید خالہ کلثوم ہوں گی مگر دروازے کے چوکھٹے میں نمودار ہونے والا وجود اور کسی کا نہیں تھا اشہد تھا وہ بازوؤں کو کہنیوں سے نیچے تک موڑے ہوئے تھا۔ چہرہ تنا ہوا اور چلنے کا انداز جارحانہ تھا۔ صحیفہ نے سکینہ کے ساتھ نظروں کا تبادلہ کیا اور پھر واپس اسے دیکھنے لگی جو انہیں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اشہد نے خود کو اس کے سامنے روکا اور گردن گھما کر سکینہ سے مخاطب ہوا۔

''آنٹی اسے کہیں اپنا سامان باندھے یہ ہمارے ساتھ جا رہی ہے ابھی۔'' آدھا جملہ سکینہ کی طرف دیکھ کر ادا کرنے کے بعد آدھا وہ اس پر نگاہیں گاڑے کہہ رہا تھا۔ صحیفہ کا دماغ گھوم گیا۔

''اور یہ کس نے کہہ دیا؟ وہ سینے پر بازو باندھ چکی تھی معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے'' سکینہ جلدی سے اٹھیں۔

''میں نے، میں نے کہا ہے۔''

''اگر آپ نے کہا ہے تو سن لیں میں وہاں

ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' سکینہ اس کا بازو تھام چکی تھیں جو بھی تھا جوان بیٹی تھی اور اس کے سامنے تن کر کھڑا شیر سا لڑکا، وہ گھبرا گئیں۔

''تمہارا تو باپ بھی جائے گا انسان بن کر چپ چاپ چلو ورنہ اور طریقے بھی آتے ہیں مجھے۔''

''مثلاً؟''

سکینہ نے خود کو درمیان میں ڈال اور صلح جو لہجے میں بولیں۔

''دیکھو بیٹا آپ اپنے بڑوں کو لے کر آؤ۔'' اشہد نے یکدم ان کی بات درمیان میں قطع کی۔

''لے کر آیا تھا لیکن ان محترمہ کو عزت راس نہیں آئی اب فیصلہ ہو چکا ہے یہ جائے گی ہمارے ساتھ ایسے نہیں تو ویسے۔''

''میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' وہ غصے سے چیخ اٹھی تھی اور یہیں اس نے غلطی کر دی اشہد نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ تھاما اور کھینچتے ہوئے اسے باہر کی سمت لے گیا۔

سکینہ دوپٹہ سنبھالے اس کے پیچھے دوڑی تھیں مگر تب تک گاڑیاں اپنے نشان چھوڑتیں آگے بڑھ گئی تھیں۔

''سکینہ یہ کیا تماشا ہے؟'' گرمیوں کی دوپہر تھی اور سب اس وقت محو استراحت تھے پھر بھی چیخ و پکار کے سبب بہت سی گردنیں کھڑکیوں سے جھانک پڑی تھیں۔ خالہ کلثوم اپنی چادر کا بکل مارے دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں اتریں اور صحن عبور کر کے گلی میں آئیں سکینہ کو دروازے کی چوکھٹ پکڑے روتے ہوئے وہ دیکھ چکی تھیں۔

''میری بچی کو لے گئے خالہ، میری زندگی کی جمع پونجی کو لے گئے۔'' انہوں نے دوپٹے میں منہ چھپا لیا تھا۔

''کہاں لے گئے کون تھے وہ لوگ؟'' یہ تجسس نہیں تھا یہ ہمدردی تھی جو اول روز سے ان کے دل میں سکینہ کے لیے تھی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھیں تب سے خالہ کلثوم کی نگاہوں میں تھیں انہوں نے ان دونوں ماں بیٹیوں کی خوشی اور غمی کو دیکھا تھا اس لیے لاکھ صحیفہ بدزبان سہی انہیں اس کی فکر تھی۔

سکینہ نے متورم نگاہوں سے خالہ کو تکا اور پھر سب من و عن سنا ڈال۔ خالہ کلثوم کچن میں گئیں اس کیلئے پانی لائیں اور آہستہ آواز میں بولیں۔

''دیکھ سکینہ بات تلخ ہے مگر حقیقت ہے۔'' وہ تمہید باندھنا شروع ہوئیں۔

''بچپن سے اس بچی نے بہت دکھ اور کشٹ کاٹے ہیں، تم لوگوں کی مالی حالت سب کے سامنے ہیں سفید پوشی اپنی جگہ مگر کیا یہ سچ نہیں کہ وہ بچی ایک ایک چیز کو ترسی ہے اور تم اس کی خواہشیں نہ پوری کرنے کے سبب کتنے خون کے آنسوں روئی ہو، نہ اچھا لباس، نہ اچھی خوراک، نہ اچھی تعلیم آگے رشتہ کیسا ملے کسے کیا خبر، تو کیا یہ بہتر نہیں کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے وہ اچھے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اس کا مستقبل اچھا ہو سکتا ہے اور کوئی شک نہیں کہ تمہیں بھی وہاں بلا لیا جائے اس تنگ دستی کی زندگی سے خوش حالی کی زندگی بہتر ہے۔''

اور ان کی اس بات سے سکینہ نے نگاہیں جھکا لیں پلنگ پر دھرا وہ عام سا جوڑا ان کا منہ چڑا رہا تھا جو بہت مشکلوں سے انہوں نے اس کے جہیز کیلئے بنایا تھا۔ بات تلخ ضرور تھی مگر سچ تھی۔

✦✦✦

''اس انسان کی جرات کیسے ہوئی، اس نے مجھے اغوا کیا ہے میں اس پر کیس چلواؤں گی۔''

لاؤنج میں پوری حویلی کے مکین جمع تھے ایک صوفے پر صحیفہ سرخ سوجی آنکھوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ان پر چیخ رہی تھی۔ اشہد دانتوں پر دانت جمائے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ بھی اپنی نظر یہاں سے وہاں نہیں کی تھیں۔ وہ اسے آنکھوں سے ہی بھسم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

''مانا اس کا طریقہ کا غلط تھا لیکن اس نے جو کیا ٹھیک کیا۔'' اکمل کی بھاری و دبنگ آواز پر صحیفہ ٹھٹھرا گئی۔

''آپ کو یہ سب ٹھیک لگتا ہے اگر کوئی آپ کی بیٹی کے ساتھ۔'' غیاث چوہدری کی غراہٹ پر وہ دبک گئی ڈر پہلی بار اس پر غالب ہوا تھا۔

''بکواس بند کرو لڑکی! تمیز، لحاظ، ادب یہاں کی عورتوں کی چادر ہے اسے سر سے مت سرکاؤ۔''

اکمل نے اپنے باپ کے گھٹنے پر ہاتھ دھرا اور رخ صحیفہ کی جانب کیا جس کا ہاتھ مہوش کے ہاتھ میں قید ہو چکا تھا۔ ابو جی کی غراہٹ سے وہ کانپ گئی ہے یہ کسی کی بھی نظروں سے اوجھل نہ رہا۔

''بیٹا، فیصلہ ہو چکا ہے آپ یہیں رہو گی آپ کی عزت نفس مجروح ہوئی ہے جانتے ہیں اس لیے'' ابو جی کے فیصلے کے مطابق آپ ایک ماہ ہمارے ساتھ رہو گی اور ایک ماہ اپنی دوسری ماں کے پاس اب آپ اپنے کمرے میں جاؤ۔''

وہ تیزی سے اٹھی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے نکل گئی اس کے جاتے ہی غیاث چوہدری نے وارننگ نگاہوں سے مہوش کو تکا اور بولے۔

''اسے کوئی تمیز سکھاؤ بتاؤ کہ یہاں کی لڑکیاں کیسے رہتی ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی آہستہ آہستہ سب وہاں سے غائب ہوئے تھے فقط اشہد اور عصمہ کے جو اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''پریشان ہو؟'' اس سوال پر اشہد نے ہولے سے سر کو ہلایا۔ وہ اس کی بہترین دوست تھی اس سے اور محسن سے کچھ چھپانا کہاں آسان تھا بھلا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا، ٹینشن نہ لو۔''

اس لڑکی کا اس گھر میں رہنا یہاں کے لیے صحیح نہیں ہے اس کا اندازہ مجھے اب ہو رہا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا اور عصمہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

✦✦✦

اس نے لنچ کیا تھا اور نہ ہی ڈنر رو رو کر اپنا برا حال کرنے کے بعد وہ اپنی ماں کو فون کھڑکا رہی تھی ایسے کئی فون وہ پولیس کو بھی کھڑکا چکی تھی مگر بے سود رہی۔

''مجھے یہاں نہیں رہنا اماں۔'' سکینہ کے بہتیرے سمجھانے کے باوجود اس کی تان اسی بات پر آ کر رکی تھی۔

''میں وہاں کیسے رہ سکتی ہوں جہاں سب کی نگاہوں میں میرے لیے حقارت ہو آپ نہیں جانتی اماں یہاں کا ماحول گھٹن زدہ ہے۔'' سکینہ نے دل پر پتھر رکھ کر اس کا روتا لہجہ سنا وہ بھلا کہاں رونے دیتی تھیں اسے۔

''وہ تمہارا گھر ہے مہوش تمہارے لیے مضبوط سہارا ہے اس گھر میں، ویسے ہی رہو جیسے باقی سب رہ رہے ہیں اپنی جان پر ظلم نہیں کرو صحیفہ، مجھے مہوش نے فون کیا تھا بتایا کہ تم صبح سے بھوکی ہو کیا یہ اچھی حکمت عملی ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟ ان کے سمجھانے کے باوجود وہ یہ سوال کر بیٹھی۔

''یہاں کی تو پولیس بھی ان کے بارے میں

کچھ نہیں سنتی، میں گاؤں میں کیسے رہ سکتی ہوں اماں میری پڑھائی کا کیا ہوگا۔" اسے نئے نئے دکھ لاحق ہو رہے تھے سکینہ نے گہری سانس خارج کی اور کہا۔

"تمہاری پڑھائی نہیں چھوٹے گی اور پھر ایک مہینے بعد تم میرے پاس آ رہی ہو نا ہم دونوں مل کر خوب ساری باتیں کریں گے خالہ کلثوم میرے ساتھ ہیں تم میری فکر مت کرنا۔"

صحیفہ نے فون بند کیا اور اٹھ کر آئینے کے سامنے آ گئی۔ ایک بڑا گھر، ڈھیر سارے پڑے اور لگژری لائف سٹائل ہمیشہ سے اس کا خواب تھا اب جب سب مل گیا تھا تو کوئی خوشی، کوئی کھنک باقی نہیں رہی تھی اس کے اندر اس کے خواب جب تک خواب تھے تو حسین تھے اب جب انہوں نے حقیقت کا روپ دھارا تو اسے معلوم ہوا کہ خوابوں کو فقط خواب ہی رہنا دینا چاہیے تعبیر ان کی خوبصورتی کھو دیتی ہے۔

وہ فریش ہو کر ابھی بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ کھانے کی سجی ٹرالی کے ساتھ مہوش بھی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ملزمہ اس ٹرالی کو وہیں چھوڑ کر چلی گئی جبکہ مہوش وہیل چیئر کا بٹن پش کر کے اس تک آئیں اور ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو چھونے لگیں۔

"رویا نہ کرو آپ، آپ کا رونا تکلیف دیتا ہے۔" پتا نہیں یہ ان کا لمس تھا یا ممتا کا احساس وہ بے اختیار ان کی گود میں منہ چھپا کر رونے لگی مہوش اس کے ملتے سر کو آہستہ آہستہ تھپکی دے رہی تھی۔ اس نے سر اوپر اٹھا کر انہیں گیلی آنکھوں سے تکا۔

"آپ میری زندگی میں نہ آتیں تو یہ سب نہ ہوتا آپ نے دخل اندازی کیوں کی؟" وہ بچوں کی طرح شکوہ کر رہی تھی اور مہوش محبت پاش نگاہوں سے اسے تکے جا رہی تھی۔

"مجھے پتا ہے آپ ہرٹ ہو لیکن ٹرسٹ می، سب کچھ بہت جلدی ٹھیک ہو جائے گا آپ اس گھر کی فرد ہیں اور یہ بات مسلم ہے۔"

"مجھے نہیں رہنا اس گھر میں آپ لوگوں کو سمجھ کیوں نہیں آتی۔" وہ پھر سے چیخ اٹھی تھی مہوش نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھاما اور کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ چلی جانا لیکن فی الحال کھانا کھائیں رزق کو انتظار کروانا بری بات ہوتی ہے۔" صحیفہ نے خود کو سرنڈر کر کے گردن جھکا دی وہ جانتی تھی کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اگر اسے ان لوگوں سے لڑنا ہے تو توانائی کی ضرورت ہوگی اور یہ توانائی اسے کھلے دماغ اور بھرے پیٹ سے ہی مل سکتی ہے۔

❖❖❖

رات کا تقریباً آدھا پہر گزر چکا تھا جب وہ سموکنگ کی غرض سے لان میں آیا، نرم گیلی گھاس پر چلتے ہوئے وہ چھوٹے چھوٹے کش لے رہا تھا جب اچانک اس کی نگاہ ٹیرس پر پڑی وہاں اسے کوئی ہیولہ کھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر اوپر دیکھا اور جو چہرہ اس کی نظروں میں سمایا وہ اس کا خون کھول گیا۔ اس نے سگریٹ کو ایک طرف اُچھالا اور اندر کی جانب بڑھ گیا سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر اوپر آیا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو اور وہ بھی اس وقت۔" اس کا انداز جارحانہ تھا آواز دبنگ۔ صحیفہ نے ریلنگ چھوڑی اور مڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ کو اس سے کیا، یہ میرا گھر ہے میں کچھ بھی کروں آپ ہوتے کون ہیں باز پرس کرنے والے۔"

اشہد کے جبڑے بھینچے۔

''بدقسمتی سے تم اس گھر کا فرد بن ہی گئی ہو تو اس گھر کی عزت کا بھی خیال رکھو''

رات کے اس پہر حویلی کی لڑکیاں چھتوں پر نہیں آیا کرتیں تمہارا یہاں کھڑا ہونا بہت سے سوالات پیدا کرسکتا ہے۔'' دبی غراتی آواز میں وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ صحیفہ کا صبر رفتہ رفتہ ختم ہونے لگا۔

سوالات بھی انہیں لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جن کے دماغ میں فتور بھرا ہو بہتر ہوگا اشہد بھائی آپ میرے معاملات میں مت نہ پڑیں۔'' اس نے ''بھائی'' کو چبا کر ادا کیا اور واپس رخ پھیرنے لگی جب اشہد کی ایک بار پھر سے سلگتی ہوئی آواز حلق سے برآمد ہوئی۔

''تمہارے سارے معاملات اب اس گھر سے منسوب ہیں اور اس گھر میں مردوں کی چلتی ہے، تم سے بڑا ہوں اس لیے کان کھول کر سن لو بابا اور چاچو کے بعد وہ میں ہی ہوں جسے سنا جاتا ہے جس کی مانی جاتی ہے۔ اس لیے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ابھی کے ابھی کمرے میں جاؤ ورنہ۔''

صحیفہ نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

''ورنہ کیا؟؟ کیا کریں گے آپ؟'' اس کی آنکھوں میں بغاوت تھی وہ بغاوت جو تلملا دے اشہد نے دانت کچکچائے۔

''ورنہ میں ابھی جا کر بڑی امی کو اٹھاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ دیکھیں آپ کی بیٹی رات کے اس پہر حویلی کے سارے رولز توڑتے ہوئے سر پر دوپٹہ اوڑھے بنا چھت پر موجود ہے۔ یہ بات جب ان کے علاوہ دادا کو پتا چلے گی تو کیسا کہرام مچے گا یہ تم اچھے سے جانتی ہو۔''

صحیفہ نے صبر کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی بات سنی لیکن جوں جوں وہ سنتی جا رہی تھی توں توں آنکھوں میں مرچیں بھرتی چلی جا رہی تھیں۔ اس نے پلکوں کو ضرور ضرور سے میچا اور بغیر کچھ کہے اسے کراس کرتی چلی گئی۔ اشہد ایک جانچتی ہوئی نگاہ سارے میں ڈال کر اس کے پیچھے ہولیا۔ اپنے کمرے میں پہنچنے سے پہلے اس نے صحیفہ کے دروازے کو بند ہوتا دیکھا تھا۔

✦✦✦

''حاضر ہو جاؤں ابو جی؟'' مہوش کی آواز پر فائلز کو لے کر بیٹھے غیاث چوہدری نے سر اٹھایا تھا۔ ان کی آنکھوں پر گولڈن فریم والا چشمہ لگا تھا اور سر پر سفید شملہ بڑی عزت و وقار سے سربلند تھا۔ آنکھوں کے اشارے سے انہوں نے مہوش کو اندر آنے کی اجازت دی جو اپنی وہیل چیئر لیے ان کے پاس آ کر رک گئیں۔

''کچھ عرض کرنا تھا ابو جی۔'' ان کی زبان لڑکھڑائی تھی غیاث صاحب نے اس لڑکھڑاہٹ کو بھانپتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ یاد رکھنا مہوش کہ اشہد اور عصمہ ایک دوسرے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ہم سب ان دونوں کی پسند میں۔'' ان کی دور اندیشی نے مہوش کے لفظوں کو سلب کرلیا۔ وہ گنگ سی اپنے ابو جی کو تک رہی تھیں جو مزید کہہ رہے تھے۔

''آپ کی خواہش پر وہ بچی آج یہاں ہے رہے جیسے مرضی چاہے رہے کوئی روک ٹوک نہیں۔''

''اس کا گھر ہے روک ٹوک ہوگی بھی کیوں پڑھے لکھے مستقبل بنائے لیکن۔'' انہوں نے دانستہ بات درمیان میں چھوڑ دی۔ اسٹڈی میں آتے اشہد کے پاؤں پل بھر کو تھمے۔ وہ ضمیر کی آواز کو کچلتے ہوئے دیوار کے ساتھ جا لگا اور وہ سب سننے لگا جو اندر ڈسکس ہو رہا تھا۔

''لیکن کیا ابو جی کیا برائی ہے صحیفہ میں؟ آپ تو یہ بات اچھے سے جانتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ اشہد کو ہی صحیفہ کیلئے سوچا ہے میرے دل کو اتنی بڑی آزمائش میں مت ڈالیں۔ ابو جی میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔''

ان کی آواز رندھ گئی تھی اشہد پاؤں پر نگاہ جمائے ضبط کے آخری پیمانے کو چھو رہا تھا۔ مجھے لگا تھا وقت گزرنے کے ساتھ تمہاری ضد بھی ختم ہو گئی ہو گی مگر میں غلط تھا۔ بہر حال جو بھی ہے اشہد اور صحیفہ کبھی ایک نہیں ہو سکتے عصمہ ہی اشہد کی دلہن بنے گی تم چاہو تو محسن کے بارے میں سوچ سکتی ہو۔'' اس سے زیادہ وہ نہیں سن سکتا تھا اس لیے وہاں سے چلا گیا۔

''لیکن ابو جی۔''

''لیکن ویکن کچھ نہیں مہوش، آپ جاؤ یہاں سے مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔''

مہوش نے بے بسی کے عالم میں وہیل چیئر کو موڑا جاتے جاتے ان کی ملتجی و آس میں ڈوبی نگاہ ابو جی کے اٹل چہرے پر پڑی تھی۔

✣✣✣

اشہد شدید ذہنی خلفشار کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ ریلنگ کو تھامے کھڑا نیچے گارڈن میں دیکھ رہا تھا جہاں صحیفہ سلیقے سے سر پر دوپٹہ جمائے ایک کونے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی جبکہ باغیچے کے دوسرے حصے میں محسن عصمہ کے ساتھ میچ لگائے ہوئے تھا۔ وہ دونوں بیڈمنٹن کھیل رہے تھے۔

''ہاں تم محسن کے بارے میں سوچ سکتی ہو۔'' دادا جان کے الفاظ اس کی سماعت میں گونجے۔

وہ حمنہ کو باغیچے میں آتا دیکھ رہا تھا جو صحیفہ کی طرف بڑھ رہی تھی اس کے ہاتھ میں دو مگ تھے۔ اس کے ساتھ ہی بینچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک مگ صحیفہ کو تھمایا اور دوسرا خود پکڑ لیا۔

''میں نے ہمیشہ اشہد کو ہی صحیفہ کیلئے سوچا ہے۔'' بڑی امی کی آواز اس کی ذہنی پریشانی کو بڑھا گئی۔

''بڑی امی اور دادا جان میرے بارے میں خود سے کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں کیا وہ دونوں نہیں جانتے کہ میں نے کبھی بھی عصمہ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھا پھر ایک نے کہا اور ایک نے یقین کر لیا کیوں؟ کیا انہیں میرے کردار میں کوئی جھول نظر آیا جو وہ کہہ گئے۔ کیا میں ایسا ہوں کہ اپنے گھر کی ہی عورتوں پر نظر رکھوں؟''

''اشہد یہاں کیا کر رہے ہو بیٹا؟'' مہوش کی آواز پر وہ سوچوں کی باڑ پھلانگتا ہوا مڑا اور سر جھٹک کر بولا۔

''بس ایسے ہی بڑی امی۔'' پتا نہیں کیوں آج اس کا دل ہی نہیں ہو رہا تھا کسی سے بھی کلام کرنے کو یہاں تک کہ بڑی امی سے بھی۔

''تم الجھے ہوئے ہو یقیناً، مجھے نہیں بتاؤ گے۔'' وہ چند ثانیے انہیں تکتا رہا اور پھر کہا۔

''آپ کو کوئی کام تھا مجھ سے؟'' مہوش نے سر پر ہاتھ مارا اور بولیں۔

''دیکھو بھولنے کی عادت بھی ہو چلی ہے میں تمہیں یہ کہنے آئی تھی کہ آج شام تم محسن کے ساتھ بچیوں کو شاپنگ پر لے جاؤ کافی عرصے سے عفراء کہہ رہی ہے روز بھول جاتی ہوں۔''

ان کی بات پر اس نے اثبات میں سر کو جنبش دی کہ یہ کام جب سے محسن اور وہ بڑے ہوئے تھے خود بخود ہی ان کے شانوں پر آ گرا تھا۔ حویلی کی لڑکیوں کو کالج پک اینڈ ڈراپ دینا انہیں شاپنگ پر لے جانا یا پھر ان کی پڑھائی میں مدد کرنا یہ سب ان دونوں کا ہی کام تھا۔

''صحیفہ کو بھی لے جانا۔''

''اسے کیوں؟'' بے ساختہ اس کے لبوں

سے پھسلا اور ایسے برے انداز میں پھسلا کہ وہ خود ہی بڑی امی کے سامنے شرمندہ ہو گیا بات بناتے ہوئے بولا۔

''میرا مطلب ہے کہ وہ جا کر کیا کرے گی۔'' مہوش کے چہرے کا رنگ اشہد کے تیوروں سے بدل گیا وہ اسی بدلے ہوئے رنگ سے مخاطب ہوئیں۔

''اشہد وہ اس گھر کا فرد ہے۔'' انہوں نے احتجاج کیا تھا اور ایسے احتجاج تو وہ پچھلے پندرہ دنوں سے ہی کر رہی تھیں۔

''جی وہ اس گھر کا فرد ہے، حفظ ہو چکی ہے ہمیں یہ بات۔'' اس نے بدتمیزی سے نہیں کہا تھا مگر پھر بھی مہوش کو اس کا انداز بدتمیزوں والا لگا جس کا انہوں نے برملا اظہار کر بھی دیا۔

''تو یعنی اب آپ اپنی بڑی امی سے بدتمیزی کریں گے۔''

''میں نے ایسا نہیں کیا۔'' وہ ان کی بات پر چیخ اٹھا۔

''کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟'' بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ مہوش کی آنکھوں میں امنڈتی برہمی اسے تکلیف دی گئی۔

''آپ کر چکے ہیں۔'' ان کے الفاظ کوڑوں کی طرح اس کے دماغ میں برسے۔

''بڑی امی۔'' بدقت تمام وہ یہ الفاظ کہہ پایا تھا۔

✦✦✦
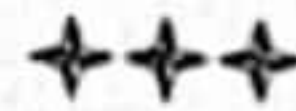
رنگ و بو کا جیسے وہاں سیلاب سا تھا جہاں اس سمیت وہ سب کھڑے تھے۔ مال میں ہر جانب گہما گہمی تھی۔ رنگ رنگ کے لوگ، رنگ رنگ کی بولیاں بولتے یہاں سے وہاں، وہاں سے یہاں، اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر ٹہل رہے تھے ہاتھوں میں شاپنگ بیگز اور ریپر سے آدھے جھانکتے برگر تھے بچوں کے ہاتھ میں کھلونے تھے اور بڑوں کے موبائل۔

صحیفہ ان لوگوں کے ساتھ ہرگز آنا نہیں چاہتی تھی مگر کچھ ماحول کی گھٹن کا اثر تھا اور کچھ مہوش کے ضد جو وہ وہاں آ گئی اور آ کر اتنی خوش ہوئی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ وہ بن گئی جو وہ تھی وہ نہیں جو حویلی والے اسے بنانا چاہتے تھے۔

اشہد نے مال پہنچتے ہی اپنا کارڈ حمنہ کے ہاتھ میں تھمایا اور ان لڑکیوں کو شاپنگ کیلئے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے ایک بار محسن کی جیب خالی ہوتی تھی تو دوسری بار اشہد کی لیکن ماہ کے شروع میں ہی دادا ان کے اکاؤنٹس کو فل کر دیا کرتے تھے۔ لڑکیوں کے جانے کے بعد وہ خود محسن کے ساتھ اپنی شاپنگ پر نکل گیا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ہی اپنی اور محسن کی چیزیں لیتے ہوئے وہ فورڈ کورٹ میں آ بیٹھا اور اب دو گھنٹے ہو چلے تھے لڑکیوں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا اس نے عاجز آ کر حمنہ کو کال ملائی جو دوسری بیل پر ہی اٹھالی گئی۔

''حمنہ حد ہوتی ہے، اور کتنی دیر لگاؤ گے تم لوگ آٹھ بج چکے ہیں ابھی بابا کا فون آ جائے گا تو ڈانٹ الگ سے پڑے گی ہر بار تم لڑکیاں ایسا ہی کرتی ہو۔'' وہ زچ سا اسے ہلکی آواز میں ڈپٹ رہا تھا جب حمنہ کی منمناہٹ اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''بھائی ہم بس آ رہے ہیں، آپ یہ بتائیں صحیفہ نے شاپنگ کر لی، بڑی امی کی کال آئی تھی کہہ رہی تھیں کہ اس کی دوست کی شادی ہے اس لیے دو تین کامدار جوڑے لے دینا۔'' حمنہ کی بات پر اس نے یکدم کرسی کی پشت کو چھوڑا۔

''صحیفہ کی شاپنگ؟ وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔'' محسن بھی اس کی بات سے چونکا تھا

جو بھی تھا وہ ان کے گھر کی عزت تھی دونوں کے چہروں پر تفکر ابھرا۔

"نہیں بھائی، وہ تو شروع سے ہی ہمارے ساتھ نہیں تھی۔" اور اس بات نے اشہد کا فشار خون بلند کر دیا۔ اس نے کال کاٹی سارا ماجرا محسن کے گوش گزارا اور الگ الگ سمتوں میں اسے ڈھونڈنے نکل گئے جاتے جاتے وہ محسن سے کہہ رہا تھا۔

"اگر اس نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کی تو بخدا یہ اس کے لیے بہت برا ہوگا۔"

"اس"

بار محسن نے بھی اس کی تائید کی اور دونوں اسے کھوجنے نکل کھڑے ہوئے۔ اشہد اوپر سے نیچے تیسرے فلور پر آ کر دائیں جانب مڑا تو اسے شیشے کے ساتھ لگ کر کھڑا ایک وجود نظر آیا وہ اور کوئی نہیں صحیفہ تھی۔ اس کے دماغ کی رگ پھڑ پھڑائی اور وہ تیز قدموں سے چلتا اس تک آیا، آتے ہی تپتے لہجے میں پھنکارا۔

"تم لڑکیوں کے ساتھ کیوں نہیں تھیں، تمہیں ان کے ساتھ ہونا چاہیے تھا نا۔" لیکن صحیفہ نے تو اس کی بات سنی ہی نہیں وہ اپنی ہی جوبن میں بولے گئی بول کر اشہد کے تنے، تپتے اعصاب پر پھوار سی ڈال گئی۔

"اشہد بھائی بات سنیں، دیکھیں اس جوڑے کی قیمت کیا ہے؟" وہ شاید اپنی مستی میں مگن تھی ورنہ اشہد کا لہجہ اسے بھی سلگا دیتا۔

"واٹ؟" وہ حیران ہوا تھا اس سوال پر، صحیفہ اب کے باقاعدہ اس کی طرف مڑی اور شیشے کے اس پار ڈمی کی جانب اشارہ کرنے لگی۔

"یہ اس ٹیگ کی طرف دیکھیں کیا یہ سب وہی لکھا ہوا ہے جو میں پڑھ رہی ہوں، بتائیں کیا قیمت ہے اس کی۔" اشہد نے نگاہ گرے رنگ کے ٹیگ پر ڈالی اور جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

"پچپن ہزار ہے۔"

"ایک جوڑے کی؟" وہ انتہائی حیرت سے دریافت کرنے لگی اب کہ اشہد چونکتے ہوئے اس لڑکی کو غور سے دیکھنے لگا جسے پہلی ملاقات میں ہی وہ بدتمیز کا سرٹیفکیٹ دے چکا تھا۔ اس نے آہستہ سے سر ہلایا۔ صحیفہ کی آنکھیں پوری پھٹ گئیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی کا منہ کس قدر حیرت سے کھل چکا ہے۔ وہ واپس اس سوٹ کو دیکھ کر اشہد سے مخاطب ہوئی۔

"اشہد بھائی، پچپن ہزار۔" اس نے انگلیوں پر کسی چیز کا ضرب لگایا۔

"اتنے پیسے تو ہمارے پانچ ماہ گزار دیتے تھے اور یہ ایک جوڑا پچپن ہزار کا ہے اتنا مہنگا۔"

نا جانے کیوں، کیسے اور کب اشہد کے لبوں پر مسکراہٹ آن ٹھہری اس نے اس سیاہ جوڑے کو دیکھا اور پھر صحیفہ کو۔

"یہ پیسے زیادہ ہیں؟ نارمل لہجہ، دلچسپی میں ڈوبا استفسار۔"

"زیادہ، بہت زیادہ ہیں۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اور آپ کو پتا ہے یہاں کی ہر چیز مہنگی ہے اتنی مہنگی اتنی مہنگی کہ جب مجھے حمنہ نے کہا نا جوتا لینا کا تو میں تو اس کے پیسے دیکھ کر ہی بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئی آپ آؤ ادھر آؤ میں دکھاتی ہوں آپ کو وہ جوتا کہیں سے لگتا ہے چار ہزار کا، سادہ سی گھر میں پہننے والی چپل تھی میں سادہ سی گھر میں پہننے والی چپل چار ہزار کی لے سکتی ہوں بھلا؟ میرے پاس کہاں ہوتے ہیں اتنے پیسے نا بابا نا۔ جلدی جلدی چلو نا کہیں سیل نہ ہو جائے۔ میں دکھاتی ہوں آپ کو۔"

تو یعنی وہ پورا وقت اس مال کی شاپس ہی

کنگھالتی پھر رہی تھی اور ہر چیز کی قیمت کو نوٹ کر رہی تھی۔ اشہد محظوظ ہوا۔ وہ دو چار موڑ مڑتے ہی اسے ایک برینڈ کی شاپ میں لے کر آئی زندگی میں پہلی بار اسے صحیفہ بری نہیں لگ رہی تھی، زندگی میں پہلی بار وہ اس کی موجودگی میں خار نہیں کھا رہا تھا اور یہ پہلی بار ہی تھا جب وہ اسے بلا سبب ہی اچھی اہم بہت زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔

''یہ دیکھو یہ والی ہے وہ۔'' آہستہ آواز میں یہاں وہاں دیکھتے ہوئے وہ اس سے گویا ہوئی کیونکہ ہیلپر ان کے آتے ہی سر پر آ گیا تھا۔

''حویلی کی ساری لڑکیاں اسی طرح کی چپلیں ہی گھر میں پہنتی ہیں اس میں کوئی بڑی بات نہیں تم بھی ایک دو لے لو ورنہ بڑی امی خفا ہوں گی۔'' صحیفہ نے اپنی دائیں جانب ہاتھ باندھے کھڑے سیلز مین کو دیکھا اور پھر اسے کہا۔

''آپ ذرا جائیں ہم ابھی دیکھ رہے ہیں۔''

''شیور میم۔'' وہ سر ہلاتا چلا گیا جونہی وہ گیا صحیفہ یکدم اشہد کے قریب آئی اتنے قریب کہ اشہد کو لگا اس کے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی ہے۔ وہ ایسا تو نہیں تھا اس طرح تو نہیں تھا تو پھر اچانک عجیب سی فیلنگز اس میں کیوں اٹھ رہی ہیں۔ صحیفہ اس سے ایک بازو کے فاصلے پر تھی پھر بھی دل اتھل پتھل ہو رہا تھا کیوں؟

''اشہد بھائی کیا کر رہے ہو، میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں میں تو ٹوٹل۔'' اس نے یہاں وہاں محتاطی انداز میں دیکھا اور پھر سے آہستہ سے بولی۔

''میں ٹوٹل دو ہزار لے کر آئی ہوں بس۔''

اشہد نے سر کو ہلاتے ہوئے اسی لڑکے کو آواز لگائی اور دو تین جوتے نکلوا کر پیک کروا لیے۔

''بڑی امی نے تمہارے لیے بہت سارے پیسے دیے ہیں اس لیے جی کھول کر شاپنگ کرو۔'' صحیفہ کی نگاہیں جھٹ سے ایک بار پھر اس سیاہ سوٹ پر گئیں جو جھلملا تاروں سے سجا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی تو ایسے ہی تارے چمک رہے تھے جنہیں جھٹکتے ہوئے وہ خود کو محویت سے تکتے ہوئے اشہد سے بولی۔

''ایک سوٹ یہاں پر دس ہزار کا ہے میں ان دس ہزار روپوں میں پانچ سوٹ بنا سکتی ہوں، پہلے ہی اتنے مہنگے جوتے لے لیے اب اتنے مہنگے کپڑے لے لوں۔''

اشہد سے مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو رہی تھی اس سے پہلے وہ کچھ کہتا لڑکیوں کی ٹولی ہمراہ محسن کے ان کے سر پر پہنچ گئی۔

''شکر ہے تم مل گئی کہاں تھی پتا ہے کتنا خوار ہو رہے تھے ہم۔'' محسن کا انداز ڈپٹنے والا تھا اشہد کو یہ انداز ناگوار گزرا۔

''محسن بھائی میں ڈریس دیکھ رہی تھی، اتنے مہنگے مہنگے ڈریس ہیں یہاں پر۔''

''تم نے اب تک کچھ نہیں خریدا، حد کرتی ہو تم بھی اشہد! تم باقی لڑکیوں کو لے کر جاؤ میں اسے لے آؤں گا۔'' اشہد نے یکدم اسے ٹوک دیا کیوں یہ تو وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

''نہیں محسن، اسے میں لے آؤں گا۔''

عصمہ نے چونک کر اشہد کو دیکھا اس کے چہرے پر سوائے سنجیدگی کے کچھ نہ تھا۔ وہ ہلکی پھلکی ہوئی۔

''آر یو شیور؟''

''ہمم تم لوگ جاؤ۔''

✦✦✦

''حمنہ تم نے مال میں کچھ غور کیا؟'' وہ عفراء

کے چہرے کی ڈینٹنگ پینٹنگ کررہی تھی جب عصمہ وہاں آئی۔
''کس چیز پر غور؟'' اس نے سرسری سا دریافت کیا۔
''صحیفہ کے رویے پر، وہ وہاں پر یکسر مختلف تھی۔'' حمنہ ہولے سے مسکائی۔
''ایسا اس لیے ہے کیونکہ وہ پہلی بار وہاں گئی تھی ایکسائٹڈ ہونا تو بنتا تھا اس کا۔''
عصمہ کے لبوں پر طنزیہ مسکان آن دوڑی۔
''پور!'' اسی مسکان کے ساتھ اس نے کہا تھا جس پر حمنہ کے ہاتھ رکے اور عفراء نے بھی آنکھیں کھول لیں دونوں کو عصمہ کا انداز بہت برا لگا تھا۔
''کہاں سے پور ہوئی وہ جانتی ہو بڑی امی کی آدھی جائداد کی مالک ہے۔'' اس نے جتاتے ہوئے کہا تھا جس پر عصمہ ٹپٹا گئی۔
''ارے نہیں میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی میرا مقصد دوسرا تھوڑی تھا۔ میں تو کہہ رہی تھی بیچاری اتنے عرصے تک اس چیز سے محروم رہی۔''
حمنہ نے ایک بار پھر اس کی بات کی تردید کی۔
''سو واٹ، آدھا پاکستان ایسا ہے جو اس طرح کی جگہوں کو افورڈ نہیں کرسکتا، اس میں بیچارے پن کی تو کوئی بات نہیں وہ ان جگہوں سے زیادہ دوسروں جگہوں سے خوشی کشید کرلیتے ہیں اگر مالز نہیں جاسکتے ریسٹورنٹ کی ہمت نہیں تو کیا ہوا اس طرح وہ بیچارے تو نہیں کہلائے جاسکتے۔''
صدا کی جذباتی حمنہ کو عصمہ کی بات بڑی بری طرح کھلی تھی تبھی اتنی لمبی چوڑی بات کی۔
''ارے حمنہ تم تو سنجیدہ ہی ہوگئی ہو اچھا چلو چھوڑو اس ٹاپک کو میں کہنے آئی تھی میرے اپر لپس بنادو گی۔ اس نے فوراً بات چینج کی جس پر حمنہ نے سر ہلا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔
''شیور عفراء کے بعد تمہاری باری۔''
اور دوسری طرف برے سے بلکہ روہانسے چہرے کے ساتھ صحیفہ ہاتھ میں میتھ کی کتاب لیے بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے دو تین طرح کی بکس اوپن تھیں اور آدھا رجسٹر پریکٹس کی نظر ہو چکا تھا پھر بھی اسے کچھ سمجھ آکر نہیں دے رہا تھا۔ اس نے یکدم اس وقت کو کوسا جب اس نے اپنی کلاس فیلوز اور سکینہ کے مذاق اڑانے پر کہ وہ میتھ میں زیرو ہے۔ یہ سبجیکٹ رکھ لیا اور سب کے سامنے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ وہ میتھ میں ٹاپ کرکے دکھائے گی ٹاپ کیا کرتی یہاں تو فیل ہونے کی نوبت آن پہنچی تھی۔
''تم اشہد سے میتھ پڑھا کرو، میں نے اسے کہا ہے وہ پڑھا دیا کرے گا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''
وہ آرام سے مان گیا ہے۔ صبح کے کہے مہوش کے الفاظ اس کے دماغ میں کھلبلی مچانے لگے تو
وہ چاروناچار اپنی بکس سمیٹتے ہوئے اسٹڈی کی جانب بڑھ گئی کہ یہ وقت اشہد کے مطالعہ کا وقت ہوتا تھا اور وہ اکثر اسے وہاں موجود پاتی تھی۔ اس سے لاکھ اختلاف سہی مگر یہ کام تو کرنا ہی تھا یوں بھی اب اشہد کے رویے میں لچک آچکی تھی وہ باقی لڑکیوں کی طرح ہی اسے ٹریٹ کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس نے ہمت جمع کی اور خود کو آگے دھکیل دیا۔
''میں آجاؤں۔'' اس نے ہولے سے دستک دے کر سر اندر کو کیا میز کے اس پار کتاب کو محویت سے پڑھتے ہوئے اشہد نے پل بھر کو

نگاہ اٹھائی تھی اگلے ہی لمحے وہ کتاب کو بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''آجاؤ، تم دس منٹ لیٹ ہو بڑی امی نے کہا تھا تم پورے چار بجے یہاں ہو گی۔'' وہ گھڑی میں وقت دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ صحیفہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آئی اور ایک کرسی کو سنبھال گئی۔ اس نے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو اسے زہر لگتا تھا اور پھر اپنی کتاب کو آہ! گدھے کو باپ بنانا کسے کہتے ہیں اسے آج سمجھ میں آیا۔

''تمہیں کیا چیز مشکل دے رہی تھی۔'' اس سوال پر اس نے کتاب اشہد کی سمت بڑھائی اور ایکسر سائز کے انبار اس کے سامنے لگا دیے جو اسے سیکھنے تھے جو اسے نہیں آتے تھے۔

''ہمم، تو یعنی ہفتے بعد تمہارا پیپر ہے اور تمہیں تقریباً پوری کتاب ہی نہیں آتی چلو ٹرائے کرتے ہیں ہوپ سو تم پاس ہو جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ اسے پڑھانے لگ گیا تھا۔ گھڑی کی سوئیوں نے چار سے چھے تک کا سفر کیا مگر مجال تھی ان دو گھنٹوں میں صحیفہ کو ایک سوال بھی آیا ہو پہلے پہل تو وہ آرام سے اسے سمجھاتا رہا کئی تکنیکس بتائیں مگر جب پھر بھی اس کوڑھ مغز کے دماغ میں کچھ نہیں گھسا تو وہ فطرتاً غصے میں آگیا جھنجھلاتے ہوئے اسے ڈانٹ کر پڑھانے لگا۔

''حد ہوتی ہے نکمے پن کی ایک سوال سمجھ نہیں آرہا، ہزار طریقے بتا چکا ہوں پھر بھی ایسے دیکھ رہی ہو جیسے میں کچھ بول ہی نہیں رہا ہوں دماغ کو حاضر رکھ کر سنو صحیفہ اسے ایسے کرتے ہیں۔'' وہ اسے ڈپٹنے کے بعد ایک بار پھر سے شروع ہو گیا تھا اتنے میں ہی محسن اندر آیا اور اشہد کے غصے کو سنتے ہوئے بولا۔

''کیا بات ہے بھئی، کس چیز کی طیش ہے؟''

''محسن بھائی آپ کو میتھ آتا ہے۔'' اس کے اچانک پوچھنے پر محسن کے ساتھ ساتھ اشہد بھی چونکا تھا ماتھے پر ناگوار بل طاری کیے وہ اسے کہہ رہا تھا۔

''اسے آئے یا نہ آئے تم نے مجھ سے ہی پڑھنا ہی اور اب تو یہ میرے لیے چیلنج ہو گیا ہے کہ تمہیں میں نے یہ سوال سمجھا کر ہی دم لینا ہے محسن تم باہر جاؤ جب اسٹڈی فری ہو گی تو آجانا۔'' محسن کو وہاں سے بھیج کر وہ پھر سے اسے پڑھانے میں جت گیا تھا۔ شام سے رات ہو چلی تھی چھے سے دس بجنے کو تھے جب اشہد سامنے صفحات کو کرتے ہوئے ان سوالات کو تک رہا تھا جن کا وہ ٹیسٹ صحیفہ کو دے چکا تھا۔ جوں جوں وہ نظریں گھماتا جا رہا تھا اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے ایک ہی سوال مختلف طریقوں سے حل کر کے دیا تھا اور صحیفہ نے وہی سوال مختلف میتھڈز سے درست کیا تھا جس پر اس کا دل باغ باغ ہو گیا کیوں ہوا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

''چلیں جی اب آپ کی چھٹی۔''

یہ کہنے کی دیر تھی وہ وہاں سے ایسے بھاگی جیسے قیدی بھاگتے ہوں اشہد اس کی اس حرکت پر دل کھول کر ہنسا تھا۔

+++

''محسن زیتون کا جو حساب کتاب تھا اس کا رجسٹر بابا جان کو دے دیا تھا تم نے؟'' اصغر نے کوٹ پہنتے ہوئے اس سے دریافت کر رہے تھے جو صبح بیدار ہونے کے بعد اپنی امی بابا کو سلام کرنے آیا تھا۔

''جی بابا جان میں نے دے دیا تھا۔'' اس کی تابعداری پر وہ مسکرا اٹھے۔

''اچھی بات ہے اور ہاں صحیفہ کو آج فیصل

آباد کیلئے نکلنا ہے وعدے کے مطابق آج کے دن سے لے کر اگلے تیس دن وہ اپنی دوسری ماں کے پاس گزارے گی اشہد کو کل سے حرارت ہے اس لیے تم اسے چھوڑ آؤ اور یاد رکھنا راستے میں سے اس کی والدہ کیلئے کچھ سامان بھی لیتے جانا۔''
ان کی تفصیلی بات سن کر وہ سر ہلاتا ہوا باہر چل گیا۔ محسن کے جاتے ہی شیبا بول اٹھی تھیں۔
''مہوش آپی نے باباجان سے اشہد کیلئے صحیفہ کا سوال کیا ہے جبکہ میرا دل اسے اپنی بہو بنانے کا ہے اگر زوبیدہ ''اشہد'' کی ماں زندہ ہوتی تو اس بارے میں کچھ فیصلہ کرتیں۔ آپ بتائیں کیا کہتے ہیں؟''
واسکٹ کے بعد ریسٹ واچ پہنتے ہوئے وہ مڑے اور تھوڑے توقف کے بعد بولے۔
''خیال تو اچھا لیکن، ہم اپنی مرضی مسلط نہیں کریں گے کیونکہ میں نے محسن کی آنکھوں میں عصمہ کو دیکھا ہے۔'' شیبا کو یکدم خوشگوار حیرت نے آن گھیرا۔
''کیا واقعی ایسا ہے؟ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے، آپ بات کریں نا اکمل بھائی سے۔'' ان کی جذباتیت دیکھ کر اصغر قہقہہ لگا گئے۔
''پہلے بیگم آپ تو ڈیسائیڈ کر لیں صحیفہ یا پھر عصمہ؟''
جو میرے بیٹے کی پسند وہی ہماری پسند۔'' انہوں نے حتمی انداز میں کہا۔ دوسری طرف ناشتے کی میز لگ چکی تھی سب ہی وہاں موجود تھے سوائے صحیفہ کے۔ اس کی کرسی اکثر و بیشتر یونہی خالی ہوتی تھی اس لیے اس نے زیادہ غور نہیں کیا ٹھٹکا تو اپنے بابا کی بات پر جو محسن سے پوچھ رہے تھے۔
''صحیفہ کی امی کی طبیعت کیسی تھی؟'' اشہد کے ماتھے پر الجھن آمیز لکیریں نمودار ہوئیں۔
''اچھی تھی انفیکٹ وہ آپ سب کو سلام دے رہی تھیں۔'' محسن کے کہتے ہی سب کے لبوں سے سلام کا جواب ہلکی آواز میں پھسلا۔
''اور صحیفہ کو تو سفر میں کوئی تنگی پیش نہیں آئی تم نے اسے سامان لے دیا تھا؟''
اشہد کا نوالہ لیتا ہاتھ پل بھر کو تھما۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر سب پر نگاہیں گھمائیں۔
''سفر؟ تنگی؟ سامان؟'' یہ سب کیا باتیں تھیں۔
''بڑی امی نے جو کہا تھا میں نے سب لے دیا۔''
''چلو اچھی بات ہے وعدہ کیا تھا تو نبھانا تو تھا کچھ دن ہی تو ہیں اس کے بعد وہ پھر سے ہمارے ساتھ ہوگی۔''
''صحیفہ چلی گئی؟'' اشہد کا دل یکدم کرلایا۔ اس کا دل کھانے سے اچاٹ ہو گیا تھا نوالے کو پلیٹ میں رکھ کر وہ کرسی دھکیل کر کھڑا ہوا۔
''اشہد کہاں جا رہے ہو؟'' سوال کرنے والی مہوش تھیں باقی تو سب کی نگاہیں ہی اس سے سراپا سوال تھیں۔
''طبیعت بوجھل ہے کل شام سے بڑی امی اس لیے کھانے کو دل نہیں کر رہا۔'' اور وہ کونسا جانتا تھا کہ آج کے بعد اس کا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں کیا کرے گا کیونکہ دل تو جس کے پاس تھا وہ تو جا چکی تھی۔ سب نے اس کی پشت کو دیکھا تھا عصمہ کی نگاہیں ان سب میں گہری اور سوالیہ تھیں۔

+++

''یہ ہم کہاں آ گئے ہیں صحیفہ؟'' حیدرآباد کا یہ مضافاتی علاقہ تھا جہاں پر ایک چھوٹے سے مکان میں وہ لوگ موجود تھے۔
''ایسی جگہ جہاں وہ لوگ ہمیں پھر کبھی نہ

ڈھونڈ سکیں۔" وہ اس گھر کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ ایک جاننے والے کے عوض ہی تو اس نے یہ گھر خریدا تھا اگر کلثوم خالہ کے کزن ان کے مدد نہ کرتے تو وہ دونوں بھلا کہاں اس گھر کو خرید پاتیں۔

"اچھا بھلا علاقہ تھا اچھے بھلے لوگ تھے تم نے سب اپنی ضد کی خاطر چھڑوا دیا ایسا کیوں کیا؟" سامان کو ٹھکانے لگاتے اس کے ہاتھ تھمے وہ مڑ کر اپنی نحیف سی ماں کو تکنے لگی۔

"کیونکہ میں آپ کو تنہائی کاٹنے نہیں دے سکتی تھی بے شک وہ لوگ امیر ہیں بے شک وہ لوگ اچھے ہیں ان کے ساتھ رہا جا سکتا ہے لیکن آپ کو پتا ہے امی۔" اس نے کپڑوں کو واپس بیڈ پر رکھا۔

"آپ کی آنکھوں کے نیچے موجود ہلکے، گالوں پر پڑے گڑھے اور مجھے دیکھ کر آنکھوں میں اترتی نمی نے یہ باور کروا دیا کہ جو چیز میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں وہ سب تو بے معنی تھا۔ میری حقیقت، میری زندگی کے معنی تو آپ ہیں۔ دولت معنی نہیں رکھتی امی رشتے معنی رکھتے ہیں۔"

سکینہ نے اسے جھڑکا۔

"پاگل ہوگئی ہو تم اپنی طرف سے قیاس گھڑتی ہو، اچھی بھلی تو رہ رہی تھی میں کھانے پینے کو وقت سے پہلے مل جاتا تھا پیسوں کی ریل پیل ہوگئی تھی اور کیا چاہیے تھا؟" اس نے آگے بڑھ کر رندھے گلے سے کہتی ہوئی اپنی ماں کو سینے سے لگایا۔

"میں نے کہا نا دولت معنی نہیں رکھتی آپ کیلئے تو بالکل بھی نہیں اور اب ہمارے پاس پیسے ہیں تو سہی۔" وہ مصنوعی جوش طاری کرتے ہوئے ان سے الگ ہوئی۔

"مہوش امی نے میرے اکاؤنٹ میں اتنے پیسے ڈال دیے تھے کہ میں پوری زندگی بھی کھاؤ تو کم پڑیں اب وہی پیسے ہمارے کام آئیں گے امی یہ گھر لے لیا، فرنیچر لے لیا سب کچھ لے لیا پھر بھی بہت سارے پیسے ہیں اب زندگی سہل گزرے گی۔" وہ جلدی جلدی سامان کو ٹھکانے لگا رہی تھی اور سکینہ پرسوچ نظروں سے اسے تک رہی تھیں۔ ان کی ذرا سی بیماری اور کمزوری نے کس قدر صحیفہ کے دل کو دہلا دیا تھا یہ وہ اچھے سے جانتی تھیں۔ صحیح بات تھی پیسے معنی نہیں رکھتے رشتے رکھتے ہیں۔

✦✦✦

"پچپن ہزار، واللہ اتنے پیسوں میں تو ہم پانچ ماہ گزارا دیتے ہیں اتنا مہنگا ہے یہ جوڑا؟"

اشہد کے بیڈ پر ہی جھلملاتے تاروں والا جوڑا پڑا تھا جو صحیفہ کو تحیر میں مبتلا کر گیا تھا۔ جس کے سبب اس کی سوچ صحیفہ کیلئے بدلی تھی، سوچ بدلی، نظریں بدلیں، نظریں بدلیں اور پھر دل۔

"مجھے آپ سے نہیں پڑھنا میں محسن بھائی سے پڑھوں گی آج کے زمانے میں کون بی ایس والوں کو سات سات گھنٹے پڑھاتا ہے۔" اس نے دل کش مسکان کے ساتھ اس جوڑے کو ڈبے میں رکھا اور پھر اپنی الماری کے خفیہ خانے میں گھسا دیا پٹ بند کرتے ہی شیشے میں اس کا چہرہ نمایاں تھا۔

"ہا، ایک چائے پانچ سو روپوں کی یہاں تو ہر چیز ہی مہنگی ہے۔" اس کے لبوں پر مسکان کھلی تھی آنکھوں میں خمار اور چہرے پر ہلکی ہلکی حدت دمک رہی تھی۔

"اتنے سارے گنے، اتنی ساری بھینسیں، اتنی ساری زمین یہ سب تم لوگوں کی ہے حمنہ؟" اس کی آنکھوں میں سبزہ لہلانے لگا صبح کا تازہ

سبزہ جس میں وہ لوگ چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ سارے کزن ایک ساتھ کھیتوں کی سیر کو جایا کرتے تھے۔ یہ اسی صبح کی بات تھی۔

''اشہد بھائی کچھ زیادہ ہی کھڑوس نہیں ہیں جب دیکھو غصہ ان کی ناک پر چڑھا رہتا ہے پتا نہیں کیوں مجھے وہ زہر سمجھتے ہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے وہ تمہیں زہر نہیں سمجھتے، میرے بھائی ایسی سوچ نہیں رکھتے۔'' وہ وہاں سے الٹے قدم ہٹنے لگا اس کے قدم بیڈ کی طرف تھے جبکہ آنکھیں الماری کے شیشے میں نظر آتے اپنے وجود پر۔

''میں نے ہمیشہ اشہد کو صحیفہ کیلئے سوچا ہے۔'' وہ دونوں ہاتھ کھول کر بیڈ پر الٹا گرا، لب ہنس رہے تھے اور آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔

''اشہد بھائی کو کہو نا حمنہ کہ وہ ہمیں دوبارہ مال لے جائیں۔''

''ہا، یہ سب کچھ میرا ہے یہ جوڑے، جوتے، جیولری سب میرا ہے؟''

اور وہ اسے کیسے کہتا کہ وہ بھی تو اسی کا ہے یا پھر ہو گیا ہے۔

''میں کچھ زیادہ پیاری نہیں لگ رہی، مجھے لگتا ہے مجھے میری ہی نظر لگ جائے گی۔''

نئے نکور مہنگے سوٹ میں کھڑی دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ وہ حمنہ سے کہہ رہی تھی جو منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستے ہوئے بولی۔

''ہاں تم بہت پیاری لگ رہی ہو، بہت زیادہ پیاری۔''

''سنو، اس دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جو اشہد بھائی کو زیر کر سکے؟''

''ہیں تمہیں اس کا کیا کرنا ہے؟'' حمنہ نے حیرت سے دریافت کیا۔

''میں نے اونٹ کو پہاڑ کے نیچے آتے دیکھنا ہے۔'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اشہد بیڈ پر لیٹا قہقہہ لگا گیا۔

''اونٹ پہاڑ کے نیچے آچکا ہے مادام۔'' وہ خود سے ہمکلام ہوا۔

''تو یعنی مس صحیفہ آپ کا جادو چل گیا، تیس دن کانٹوں پر بسر کروائے ہیں آپ نے اب آ رہا ہوں میں آپ کو لینے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔'' دل کی پوری آمادگی پر وہ فیصلہ کن انداز میں اٹھا تھا۔ چابیوں کو ہوا میں اچھالتا وہ سیٹی کی دھن پر پورٹیکو کی سمت بڑھ رہا تھا۔ کون جانتا تھا آنے والا وقت اشہد اور مہوش پر کیسی قیامت لانے والا ہے۔

اس کی سیٹی کی دھن کو کمرے کی کھڑکی سے دل مسوس کرتی ہوئی عصمہ مٹھیاں بھینچ گئی تھی۔

✦✦✦

''کیا سوچ کر مسکرا رہی ہو؟'' وہ کمرے کی ڈسٹنگ کر رہی تھی جب اچانک سکینہ نے آ کر اس سے پوچھ ڈالا۔ سوچوں کے گرداب سے خود کو نکال کر اس نے سر جھٹکا اور متوازن لہجے میں بولی۔

''کچھ بھی تو نہیں۔'' بھلا وہ کیسے بتاتی کہ اشہد کی سوچیں اس کے دماغ میں بسیرا کیے بیٹھی ہیں۔ اس کا بدلا ہوا روپ، پرواہ کرنے کا انداز اور وہ پیاری سی مسکان صحیفہ کے دل میں ہلچل مچا گئی ہے۔ پہلے پہل جب وہ اس سے خار کھاتا تھا تو ایک حمنہ تھی جس سے وہ دل کا حال شیئر کر لیا کرتی تھی اور اس سب میں ہاتھ بھی اس کا ہی تھا۔ وہ خود ہی صحیفہ کے نزدیک آئی تھی لیکن اب وہی حمنہ اس سے دور چلی گئی تھی بہت دور اتنی کہ شاید ہی وہ لوگ کبھی مل پائیں۔

''ٹال رہی ہو تو میں ٹل جاتی ہوں یہ۔'' ان کی بات درمیان میں ہی رہ گئی وجہ دروازے کا

اشتعال آمیز انداز میں بجتا تھا اچانک صحیفہ کا دل حلق میں آن پہنچا اس نے سکینہ کی طرف نگاہ ڈالی جن کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا ہم یہاں نہیں آتے مجھے تمہاری جدائی قبول ہے لیکن تم ہو کہ میری بات ہی نہیں مانتی۔''

''اور میں نے بھی کہا تھا مجھے آپ کی یہ حالت منظور نہیں، میں دیکھتی ہوں۔'' ان کو کراس کر کے سر پر دوپٹہ جمائے وہ مین ڈور کے پاس آئی اور اس کے ایک پٹ کو وا کر دیا، نظروں کے سامنے ہی اس کا سراپا تھا ملگجے کپڑے، ستا ہوا چہرہ اور سرخ آنکھیں، سرخ غصے سے بھری ہوئیں، بے اعتنائی میں ڈوبی تھکی ہوئی خفا آنکھیں۔

''دس دن اوپر کر دیئے آپ نے مادام، ان دس دنوں کو مہینوں میں تولا جائے گا یہ اب دس ماہ سے پہلے آپ کے در پر نہیں آئے گی۔'' غصے میں ڈوبی مدھم مگر کرخت آواز کے ساتھ وہ اسے کہتے ہوئے صحیفہ کے عقب میں ابھرتے سکینہ کے وجود سے بھی گویا ہوا تھا۔ صحیفہ کو وہ ایک بار پھر سے پرانے والا اشہد لگا، بدتمیز، اکھڑ اور بگڑا ہوا۔

''آپ اندر آئیں اشہد بھائی۔'' اس کی بات کو بڑے آرام سے آنسو کرنے کے بعد وہ راستہ چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اشہد نے سر کو ہولے سے ہلایا۔

''راستہ مت چھوڑو صحیفہ کیونکہ اب میں نے سارے راستے تمہاری طرف موڑ دینے ہیں، چلو۔'' وہ مڑ گیا تھا۔ صحیفہ نے لب کچلتے ہوئے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما اور انہیں بھی ساتھ گھسیٹ گئی چارو ناچار اسے جانا پڑا تھا کیونکہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ ایسا ہی ہونا ہے۔ اسے اشہد کے ساتھ جانا ہی پڑے گا ورنہ ماضی والا واقعہ ادھر بھی دہرایا جائے گا اور یہاں کوئی خالہ کلثوم نہیں تھیں جو اس کی امی کی دلجوئی کرتیں اس لیے وہ مجبوراً اس کے پیچھے ہو لی۔

لمبی مسافت طے کر کے اشہد نے تالا لگے گھر کے آگے سکینہ کو روکا۔ یہ ان کا وہ گھر تھا جس کو صحیفہ کی ضد پر وہ چھوڑ آئی تھیں۔ گھر کے باہر ان کو ملازم کے ساتھ ایک گارڈ اپنا منتظر ملا جو کہ مہوش اور اشہد نے اس کیلئے رکھوا دیا تھا تاکہ آئندہ اس طرح کی کوئی بھی حرکت نہ ہونے پائے۔ وہ ٹھنڈا سانس خارج کر کے دھول اڑاتی گاڑی کو پیچھے چھوڑ کر مڑ گئیں۔

''آپ مجھ سے خفا ہیں اشہد بھائی۔'' وہ اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے اسٹیرنگ پر جمے دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔ گارڈز کی گاڑیاں ان کے آگے اور پیچھے تھیں۔ اشہد نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا وہ اسے تکتی رہی کبھی اس کے چہرے کو تو کبھی اس کے ہاتھوں کو فرصت سے، دل جمی سے اسے دیکھتی رہی۔ اشہد نے زور سے ہاتھ اسٹرینگ پر مارا اور خون خوار آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے غرایا۔

''تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے؟ کیوں زندگی اجیرن کر رہی ہو ہم سب کی۔'' وہ اس بہتان پر بری طرح سٹپٹا گئی۔

''میں نے کیا کیا ہے اشہد بھائی۔'' وہ روہانسی ہوئی اور اشہد چڑ گیا۔

''تم نے کیا، کیا ہے؟ کیا واقعی تم یہ سوال پوچھنے کی اہل ہو غور کرو اپنے رویے پر، منہ چھپا کر جو تم بھاگی تھی اس پر کیا تمہیں یہ سب زیب دیتا تھا۔ تمہاری حرکت ناقابل معافی ہے۔'' صحیفہ کی آنکھیں اشک بار ہوئیں۔ وہ سرسبز لہلہاتے کھلیان کو تکتے ہوئے بولی۔

''میں یہ سب نہ کرتی اگر میری امی ہمارے

ساتھ رہ رہی ہوتیں وہ مرجھا گئی تھیں میرے بغیر۔"
اشہد نے اس کے آنسوؤں پر دانتوں کو پیسا۔
"واٹ ایور۔" سر جھٹکتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

✦✦✦

اسے حویلی آئے آج دوسرا دن تھا اور ان دو دنوں میں اس نے محسوس کیا تھا کہ سب اس سے شدید ناراض تھے۔ معاہدے کے مطابق اسے سترہ دن پہلے حویلی میں ہونا تھا مگر وہ چپ چاپ کسی کو بھی بتائے اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے شہر جا بسی تھی اس چیز کی پرواہ کیے بغیر کہ اس کے بنا مہوش کا کیا حال ہوگا۔ حمنہ کتنی اداس ہوگی، شیبا آنٹی اب کس کے بالوں میں مساج کیا کریں گی یا پھر اکمل چاچو مہوش کے بچپن کی داستان کسے سنائیں گے اور غیاث چوہدری کسے روز بلا کر سر دبوایا کریں گے یا پھر عفراوب کسے ملبوسات کے نت نئے ڈیزائنز دکھایا کرے گی۔
وہ یہ سب فراموش کر گئی تھی حتیٰ کہ یہ بھی کہ چار سے نو بجے وہ کسی کے ساتھ ہوتی تھی پڑھتی کم ڈانٹ زیادہ کھاتی تھی کوئی اب اس کیلئے بھی آئس کریم لیا کرتا تھا کن انکھیوں سے چپکے چپکے اسے تکا کرتا تھا۔ وہ اب کسی کی آنکھوں کی روشنی بنتی جا رہی تھی وہ جو اس کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کی خاطر اصول توڑتے ہوئے ہر ویک اینڈ پر مالز میں سب کو لے جایا کرتا تھا۔ وہ سب بھول گئی تھی سب کچھ۔
"سنا ہے پہلے دادا جان نے تمہارے اور صحیفہ کے رشتے سے انکار کیا تھا مگر اب وہ راضی ہیں تا کہ وہ دوبارہ سے ایسی حرکت نہ کرے۔"
وہ ہاتھ میں موٹی کتاب تھامے اسٹڈی کی طرف آئی تھی جب یہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی نا چاہتے ہوئے بھی وہ رک گئی اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی آ رکا تھا وہ عصمہ تھی۔
"ہوتے رہیں میں نے پھر بھی کونسا اس سے شادی کرنی ہے وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس سے شادی کی جائے۔" صحیفہ کی گرفت کتاب پر مضبوط ہو چکی تھی جبکہ چہرہ توہین کے زیر اثر لال۔ عصمہ کے لبوں نے طنزیہ مسکراہٹ کو اوڑھا آنکھوں میں تضحیک لیے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔
"یہ کیا بات کہی، اچھی تو ہے میں اگر کسی اور میں انٹرسٹڈ نہیں ہوتا تو ضرور اس کے بارے میں سوچتا۔" اشہد نے چائے کا گھونٹ بھرا اور بولا۔
"وہ تو سوچے جانے کے قابل بھی نہیں میرا اسٹینڈرڈ الگ ہے تم جانتے ہو اور تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اس نکمی، احسان فراموش اور بھاگ جانے والی لڑکی کو اپناؤں گا نو نیور۔" اس سے زیادہ سننا صحیفہ کے بس میں نہیں تھا۔ وہ زور زور سے آنکھیں بند کرتی ہوئی وہاں سے بھاگی عصمہ بھی اس کے پیچھے ہولی۔
"حالانکہ وہی نکمی، احسان فراموش اور چھوڑ کر چلے جانے والی لڑکی بری طرح تمہارے حواسوں پر سوار ہو چکی ہے۔ تم نے جیسے خود کو فراموش کر کے پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈا ہے کئی کئی دن بدحواس رہے کھانے کا ہوش نہیں رہتا تھا تمہیں اور یہاں تک کہ ہفتے گزر جاتے تھے حویلی آئے ہوئے تو کیا تب بھی سب انجان رہتے تمہارے جذبے سے؟ تم اس سے محبت کرتے ہو اور یہ بات حویلی کا ہر فرد جان گیا ہے اسی لیے تو دادا جان نے تم دونوں کے رشتے کی بات بڑی امی سے کی ہے، کم آن اشہد وقتی غصے کے سبب اس سنہرے موقع کو مت گنواؤ ورنہ عصمہ تمہارے کھاتے میں لکھی جانی ہے۔"
عصمہ کے نام پر وہ بری طرح چڑا۔
"کسی کی جرات نہیں ہے کہ وہ عصمہ کو

میرے کھاتے میں لکھے، آج نہیں تو کل کرنی تو میں نے صحیفہ سے ہی شادی ہے یہ بات تو طے ہے لیکن اس آسمان پر چڑھی لڑکی کو زمین پر لانا ازحد ضروری ہے اس لیے میں ابھی اس رشتے کو نہیں قبول کروں گا۔" اس کا انداز اٹل تھا۔

"اور اگر اس دوران اسے کسی اور کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تو؟" اشہد مسکرایا۔

"وہ میری ہے اور تم جانتے ہو میری چیزیں میری ہی رہتی ہیں۔" محسن کو شرارت سوجھی تبھی اس کی ٹانگ کھینچتا ہوا گویا ہوا۔

"اچھا جی اور ابھی تو کوئی کہہ رہا تھا کہ صحیفہ شادی میٹریل لڑکی نہیں ہے وہ احسان فراموش ہے، چھوڑ دینے والی ہے اور اور۔۔" اس نے سوچنے کی اداکاری کی۔

"اور کیا ہے؟"

"بکواس بند کر ورنہ یہ گرما گرم چائے تیرے سر پر انڈیل دوں گا۔" دھمکی دینے کے بعد وہ ایک بار پھر سے کپ کو لبوں سے لگا گیا تھا۔ آنکھوں میں صحیفہ کا عکس جھلملایا تو آپ ہی آپ چہرہ مسکرا اٹھا ایسا لگا تھا گویا وہ صدیوں بعد مسکرایا ہو، پرانا اشہد ایک بار پھر لوٹ آیا تھا۔ محسن خوش تھا اس کیلئے بہت، بہت زیادہ خوش۔

✦✦✦

"صحیفہ یہ باتیں تو میں شروع دن سے ہی جانتی ہوں تم نہ رو۔" وہ اس کی ہمدرد بنی اس کے ساتھ بیٹھی تھی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے تسلی دے رہی تھی۔

"تمہیں جو اتنی پروٹوکول مل رہی تھی وہ بڑی امی کے سبب ہی تھی ورنہ یہاں کوئی بھی تمہیں قبول کرنے پر راضی نہیں تھا سب چاہتے تھے تم یہاں نہ آؤ خاص کر اشہد۔" اس نے اپنا آنسوؤں میں ڈوبا چہرہ اٹھایا اور بولی۔

''تو میں نے تو نہیں کہا تھا نا کہ مجھے یہاں لا کر میری انسلٹ کریں، اس برے طریقے سے ریجیکٹ کرو کہ میں خود سے ہی نگاہیں نہ ملا پاؤں میں نے تو شادی کی خواہش نہیں کی تھی نا پھر مجھے کیوں اس طرح ذلیل کیا؟ میری کیا خطا تھی۔''
وہ رو رہی تھی دل سے، روتی بھی کیوں نہ جس انسان کے خواب چپکے سے اس کی آنکھوں میں آن سمائے تھے وہی اس کی آنکھوں کو لہولہان کر دے گا اس نے سوچا نہ تھا۔
''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' دروازہ کھلا اور حمنہ اندر داخل ہوئی۔ وہ اپنی انگلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھی جب اس نے صحیفہ کو روتے ہوئے بھاگتے دیکھا اور اس کے پیچھے عصمہ کو، گڑبڑ کا احساس ہوتے ہی اس نے جلدی سے دعا مانگی اور اوپر آ گئی۔
''کیا ہوا ہے صحیفہ؟ تم رو کیوں رہی ہو؟'' دو دن بعد وہ گھبراتے ہوئے اس سے ہم کلام ہوئی۔ صحیفہ نے آنکھوں کو رگڑا اور اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
''کچھ نہیں پاؤں مڑ گیا تھا میرا درد ہو رہی تھی اس لیے رونا آ گیا عصمہ نے مدد کی میری۔'' اس نے عصمہ کو دیکھا جو پھیکی مسکان کے ساتھ وہاں سے چلی گئی اس کے جاتے ہی حمنہ اس سے مخاطب ہوئی۔
''اب تم مجھ سے بھی چھپاؤ گی، افسوس کی بات ہے۔'' اس کے لہجے میں شکوہ تھا صحیفہ نے چند ثانیے اسے تکا اور پھر ساری روداد اس کے گوش گزار دی۔
''وہ عزت کرتا تھا تو تمہیں زہر لگتا تھا اس نے نفرت کرنا سٹارٹ کی تو تمہاری انا پر بات آ گئی اب وہ تمہارے سے کنارہ کشی اختیار کر رہا ہے تو تم بوکھلا رہی ہو یہ سب کیا ہے صحیفہ؟''
''اشہد کی بے اعتنائی مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے اور اس سب سے بڑھ کر وہ مجھے طیش میں مبتلا کر رہی ہے۔ اسے کیا لگتا ہے اس پوری دنیا میں ایک وہی مرد ہے جو باقی بچا ہے تو نہیں وہ ہم وہ مجھ سے کیا منہ موڑے گا میں اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔'' اس نے طیش میں کہا اس کے الفاظ اس کے چہرے سے میچ نہیں کر رہے تھے۔
''تم کیا کرنے والی ہو؟'' تجسس آمیز سوال تھا۔
''میں یہ حویلی چھوڑنے والی ہوں۔'' ٹکا سا جواب تھا۔
''پاگل ہو گئی ہو بھائی نے یونہی غصے میں کہہ دیا ہو گا۔'' دروازے کی اوٹ میں کھڑی عصمہ سکون سے وہاں سے مڑی تھی۔
''وہ اپنا غصہ اپنے پاس رکھیں میں کوئی کہانی تھوڑی ہوں جس پر تبصرہ و تنقید کی جائے انہوں نے مجھے دکھ پہنچایا ہے اور انہیں اس بات کا حساب دینا ہو گا۔''
حمنہ اسے دیکھتی رہی وہ کیا کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ گہری آزردہ سانس بھرتے ہوئے اس نے صحیفہ کا ہاتھ تھام لیا۔

✦✦✦

''ایک کپ چائے ملے گی؟'' صحیفہ کو کچن میں دیکھ وہ وہیں چلا آیا کل شام سے وہ اسے نظر نہیں آئی تھی اور اب رات پھیلنے والی تھی جب وہ اس کے سر پر کھڑا ہلکی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔
''آپ عصمہ کو آواز دے لیں۔'' اس کے کہنے پر اشہد نے سینے پر بازو باندھتے ہوئے جبڑے کو بھینچا۔
''میں نے تم سے کہا عصمہ سے نہیں۔'' اس نے تم کو چبایا۔ وہ آدھا رخ موڑے اس کی

جانب کھڑی تھی اور چائے کو مگ میں انڈیل رہی تھی جو اس نے اپنے کیلئے بنائی تھی۔

''میرا سر درد کر رہا ہے مزید چائے نہیں بنا سکتی۔'' وہ اب براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر گویا ہوئی اشہد جو غصہ کرنے والا تھا اس کی آنکھوں میں موجود سرخی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تو یہی وجہ تھی جس کی بنا پر وہ صبح سے لے کر اب تک ڈائننگ ٹیبل پر نظر نہیں آئی تھی۔

''تم روئی ہو؟'' حیرت و پریشانی میں ڈوبا ہوا سوال کیا۔

''کیا فرق پڑتا ہے روؤں یا ہنسوں میں کونسا کسی کے اسٹینڈرڈ کی ہوں۔'' وہ مگ کو تھامتی اس کی سائیڈ سے نکل گئی۔ اشہد نے الجھتے ہوئے اس کی پشت کو تکا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی، بیڈ پر بیٹھ کر چائے کی چسکیاں بھریں، مگ کے خالی ہونے پر اسے اٹھا کر کچن میں رکھ آئی واپسی پر اس نے مہوش کے کمرے میں جھانکا جو اب سو چکی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں آئی بیگ کو دیکھا اور بیڈ پر پاؤں لٹکا کر زمین کو تکنے لگی۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے امی۔'' اسے چمچماتے سفید فرش میں صبح کے مناظر نظر آنے لگے۔

''کہو، میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' وہ ان کے پاؤں میں بیٹھی اور دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

''میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں کبھی نہ واپس آنے کیلئے اور میرا نہیں خیال آپ اس بات پر اعتراض کریں گی آپ بالکل بھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کی بیٹی اس گھر میں رہے جہاں اس کے وجود کو بری طرح نفی کیا جائے ہے نا؟'' مہوش کی آنکھیں بھر آگئیں اشہد کے الفاظ وہ اسی کے منہ سے سن چکی تھی سن کر شدید دلبرداشتہ ہوئی تھیں۔ اشہد کی صحیفہ سے بیزاریت و ناپسندیدگی سے وہ اول روز سے واقف تھیں مگر وہ اس قدر اس سے خار کھاتا ہے اس بات کا ادراک انہیں آج ہوا تھا جو کہ دل کو بڑا جھٹکا دے گیا۔ دونوں ہی ان کی عزیز ترین ہستیاں تھیں دونوں سے ہی دستبرداری ان کیلئے سوہان روح کے مترادف تھی۔

''میں نے طویل جدائی کاٹی ہے صحیفہ۔'' انہوں نے التجا کی۔

''میں آپ سے ملنے آتی رہا کروں گی وعدہ۔'' مہوش کے نین چھلک پڑے۔

''محسن کو کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئے۔''

''ہرگز نہیں۔'' اس نے سختی سے انہیں ٹوکا پھر شرمندگی سے بولی۔

''ایم سوری، لیکن میں اس گھر کے کسی فرد کے ساتھ نہیں جانا چاہتی میں خود ہی جاؤں گی بس آپ ڈرائیور کو کہیے گا وہ مجھے اسٹیشن تک چھوڑ آئے۔'' انہوں نے آنسوؤں سے بھرے چہرے کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا تھا دفعتاً اس کے کمرے کا دروازہ بجا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر وقت دیکھا اور اپنا بیگ تھامے کھڑی ہوگئی۔

''سب سو گئے ہیں؟'' اس نے ملازمہ سے سوال کیا تھا۔ کار حویلی کے گیٹ کے باہر کھڑی تھی جس میں وہ بیٹھ چکی تھی۔

''جی سب اپنے کمروں میں ہیں آپ کے کہنے کے مطابق میں نے بی بی جی کے منع کرنے کے باجود انہیں دوا دے دی تھی۔'' مہوش کی دواؤں میں نیند تھی تبھی وہ جلدی سو جایا کرتی تھیں مگر آج وہ دوا نہ لینے کیلئے ضد کر رہی تھیں کہ صحیفہ سے مل سکیں مگر ملازمہ کے اصرار پر انہیں دوا کھاتے ہی بنی۔

''ٹھیک ہے خدا حافظ۔'' گاڑی چل پڑی تھی اور اس چلتی گاڑی میں بیٹھی وہ لڑکی ان سے

دور بہت دور جا رہی تھی۔

✦✦✦

"بھائی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" حمنہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے اس کے کمرے میں آئی صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے سب باتیں اشہد کی سماعتوں میں انڈیل دیں یہاں تک کہ صحیفہ کے حویلی چھوڑنے والی بات بھی۔

"مجھے بڑی امی نے بتایا تھا کہ آج رات صحیفہ یہاں سے چلی جائے گی وہ ابھی کچھ دیر قبل ہی ڈرائیور کے ساتھ گئی ہے بھائی اسے روک لیں وہ اچھی لڑکی ہے۔" اشہد تے طیش میں آ کر ہاتھ سائیڈ ٹیبل پر مارا اتنی زور سے کہ حمنہ بدک کر رہ گئی۔ وہ غرا رہا تھا۔

"اچھی نہیں پاگل لڑکی ہے دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا۔" وہ تن فن کرتا وہاں سے اٹھا۔

کچھ دیر بعد ایک بار پھر سے ڈھیر ساری گاڑیاں اس حویلی کے گیٹ سے نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

ٹرین رک گئی تھی، ٹرین کے ساتھ ہی اس کے سوچوں کو بھی بریک لگی۔ اس نے فوراً باہر کو جھانکا وہ کوئی اسٹیشن نہیں تھا بلکہ کسی گاؤں کا علاقہ تھا جس کے بیچوں بیچ ریل کی پٹریاں بچھا دی گئیں تھی مطلب اس ٹرین کو رکوایا گیا تھا۔ کون ایسی جسارت کر سکتا تھا بھلا؟ وہ سوچ رہی تھی جب کوئی اس کے سر پر پہنچا۔

"بی بی جی، اشہد سائیں آپ کا باہر انتظار کر رہے ہیں آ جائیں۔" وہ ان کی حویلی کا خاص ملازم تھا جو اس کے سر پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ اسے لگا اس نے غلط سنا اور دیکھا ہے۔

"ہاں؟"

"ٹرین زیادہ دیر نہیں رک سکتی بی بی جی اس لیے آپ کو فوراً ہمارے ساتھ چلنا ہے آ جائیں۔" وہ اس کے پیروں میں پڑا ہینڈ کیری اٹھاتا ہوا گویا ہوا تھا نا جانے کیوں وہ اس کے پیچھے ہو لی۔

اس کے زمین پر قدم رکھتے ہی ٹرین چل پڑی تھی۔ ٹرین کے چلنے کے سبب اٹھتی ہوئی ہوا اس ہڈیوں کو جما دینے والی سردی میں اس کے دانت بجا گئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس آدمی کے پیچھے چل رہی تھی جو ایک جگہ پر آ کر رکا۔

"آپ یہیں کھڑی رہیں یہ اشہد سائیں کا حکم ہے۔" وہ اسے ہدایت دیتا دھند کی دبیز چادر کے اس پار اوجھل ہو گیا۔ صحیفہ نے آس پاس نگاہ دوڑائی کہر میں ڈوبے اس گاؤں کی ہر چیز دھوئیں کے لپیٹ میں تھی کچھ بھی واضح نہیں دکھ رہا تھا۔

"دل تو چاہ رہا ہے تمہیں پوری رات یہیں کھڑا رکھوں مگر پھر اسی دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہوں۔" دھند کی چادر کو پھاڑ کر اشہد چھوٹے چھوٹے قدموں سے اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ دھند کی چادر اس کے عقب میں رہ گئی تھی۔

"جسے تمہاری پرواہ ہے فقط تمہاری چاہ ہے۔" دھوئیں میں لپٹے الفاظ اس کے آس پاس منڈلانے لگے ایک تو پہلے ہی سب کچھ مدھم مدھم سا تھا اور پر آنسوؤں کی تہہ نے اس کی بصارت کو مزید دھندلا دیا۔

"آپ جھوٹ بولتے ہیں، آپ کو تو میں زہر لگتی ہوں نا لو اسٹینڈر کی ایک عام سی لڑکی۔"

"اگر سینکڑوں مربعوں کی مالک لو اسٹینڈر کی ہو سکتی ہے تو سوچو پھر میں کس کھاتے میں ہوں جس کے نام کچھ بھی نہیں۔" وہ مہوش کی جائیداد کا حوالہ دے رہا تھا جو وہ اس کے نام کر

چکی تھیں۔
"آپ کیوں آئے ہیں یہاں؟"
"تمہیں لینے۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے اعتراف کیا وہ اعتراف جو نکاح کے بعد کیلئے سنبھال رکھا تھا۔
"مگر آپ نے تو مجھے جھٹلا دیا تھا میں نے آپ کی اور محسن بھائی کی ساری باتیں سن لی تھیں۔"
"ساری نہیں آدھی۔" اس نے اس کی تصیح کی۔
"آدھی باتیں سن کر تم نے خود بڑی امی کو اور مجھے امتحان میں ڈال دیا، آدھی باتیں سن کر پورے قیاس لگانا دلوں کو اور رشتوں کو خراب کردیتے ہیں صحیفہ! آیا تو میں یہاں تم پر غصہ کرنے تھا مگر ایک بار پھر سے میرے دل کی جیت ہوئی۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔
"آپ تو مجھ سے خار کھاتے ہیں نا۔" وہ ہنس دیا تھا۔
"کوئی اپنے آپ سے کیسے خار کھا سکتا ہے۔" صحیفہ کی آنکھوں سے آنسوں نکلے۔
"اور اس نفرت کا کیا جو آپ مجھ سے کرتے ہیں؟ میں ایسے گھر میں ہرگز نہیں رہ سکتی جہاں میری انسلٹ ہو۔"
"تم جو سننا چاہ رہی ہو وہ میں ابھی نہیں کہوں گا اس کیلئے تمہیں کل تک انتظار کرنا پڑے گا کل جب تم میرے نام ہو جاؤ گی تو سب کہہ دوں گا کیونکہ میں جان گیا ہوں اب مزید دیر کرنا بیوقوفی ہوگی۔"
وہ ٹھٹھک گئی۔
"مطلب؟"
"مطلب تم جانتی ہو، تمہیں میرے نام کی زنجیر ہی روک سکتی ہے ورنہ پھر کب چپ چاپ چلی جاؤ کسے خبر میں جان گیا ہوں تمہیں چھوڑنے کی عادت ہے۔" صحیفہ کو برا لگا۔
"تو یعنی آپ یہ نکاح صرف اسی لیے کر رہے ہیں تاکہ میں حویلی نہ چھوڑ سکوں۔"
اس کے ماتھے پر پڑے بلوں اور آنکھوں میں مزید امنڈتی نمی نے اشہد کو دل سے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔
"نہیں یہ سب اس لیے ہے تاکہ تم مجھے نہ چھوڑ سکو۔" اس نے آگے بڑھ کر اپنے شانوں سے چادر اتار کر اس کے کندھوں پر ڈال دی اور وہ مغموم سی اسے تکنے گئی۔
"چلیں۔" وہ پوچھ رہا تھا اور صحیفہ کے پاس اس کے ساتھ چلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں بچا تھا کہ جو جذبہ اشہد کے دل میں تھا وہ اس کے دل کے ساتھ بھی لپٹ چکا تھا۔ وہ پلکوں کو جھکائے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے سنگ چل رہی تھی۔ دھند کی چادر کو کراس کرتے ہوئے وہ اپنی سب لغزشوں کو پیچھے چھوڑ آئی۔ دھند کی چادر کے اس پار چلتے جوڑے کو آسمان سے گرتی بوندیں خوش و خرم زندگی کی دعائیں دینے لگیں۔

+++